قال النبی ﷺ **ثمرة نضيجة** (رواہ ابن ماجہ)

ثمین الدراری

مقدمہ صحیح البخاری

تالیف

شیخ الحدیث ابو محمد حضرت مولانا عبد الباقی صاحب مدظلہ العالی

رئیس

جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم

نیواڈہ مدرسہ روڈ کوئٹہ بلوچستان

نام کتاب: ثمین الدراری مقدمہ صحیح البخاری

تالیف: شیخ الحدیث حضرت مولانا ابو محمد عبد الباقی صاحب مدظلہ
استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ

سن اشاعت: ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء

تعداد: (ایک ہزار ۱۰۰۰)

ڈیزائننگ: راز محمد راز مرکز کتابت کوئٹہ

نشر و اشاعت شعبہ

جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ

نیو اڈہ مدرسہ روڈ کوئٹہ بلوچستان

فهرست مضامین

ثمین الدراری مقدمة صحیح البخاری

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۵۸	مجلس حدیث	۸۵
۵۸	امام نووی کا ارشاد اور ہدایت	۸۶
۵۹	درس حدیث کے آداب میں سے اپنے شیوخ کی تعریف بھی ہے	۸۷
۶۰	آداب طالب حدیث	۸۸
۶۰	شعر	۸۹
۶۲	شیخ کی تعظیم کے متعلق شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ فرماتے ہیں	۹۰
۶۳	واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم	۹۱

جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم

کا مختصر اجمالی تعارف

جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ بلوچستان کی عظیم دینی درسگاہ ہے جو کہ ۱۹۷۸ء میں قائم ہوئی وقت قیام سے تا حال مسلسل عوام وخواص کا مرجع مسائل کے حل کیلئے خاص کر علوم دین کے پیاسوں کیلئے سیرابی کا باعث بنا ہوا ہے۔

الحمد للہ ! جامعہ ہذا سے ہر سال بڑی تعدا میں علماء کرام، حفاظ وقراء حضرات فارغ التحصیل ہورہے ہیں، جامعہ ہذا سے اب تک الحمد للہ ہزاروں کی تعداد میں علما کرام، حفاظ اور قراء حضرات سند فراغت حاصل کر چکے ہیں جو کہ اب مختلف علاقوں میں تمام دینی شعبوں میں درس وتدریس، خطابت سرانجام دے رہے ہیں۔

جامعہ ہذا سے بعض فارغ التحصیل طلباء کرام نے اپنے اپنے علاقوں میں دینی مدرسے قائم کئے ہیں اور نہایت اخلاص کے ساتھ دینی امور سرانجام دے رہے ہیں۔ جیسے:

الحمد للہ ! جامعہ ہذا کی صوبہ کے مختلف علاقوں میں شاخیں قائم ہیں خاص کر کوئٹہ شہر میں چھوٹی شاخوں کے علاوہ قابل ذکر شاخیں تندہی وتیزی سے دینی خدمات سرانجام دے رہیں ہی۔ جیسے:

(۱)۔ چکی شاہوانی کلی سردار آباد۔

(۲)۔ بالمقابل ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفس نزد مگسی ہاوس سریاب روڈ کوئٹہ پر قائم ہے۔اس عظیم دینی درسگاہ میں (بشمول شاخیں) 30 اساتذہ کرام جبکہ مختلف عملہ 35 کی تعداد پر مشتمل ہے۔

اساتذہ کرام شب و روز تفاسیر قرآن کریم ،علوم نبوی ﷺ و دیگر فنون پڑھا رہے ہیں ۔مرکز اور دونوں برانچوں میں تقریباً 900(نو سو) طلباء کرام بلا معاوضہ تعلیمی زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں۔اکابرین علماء دیو بند کے فرمان کے مطابق الحمدللہ جامعہ کو تمام سرکاری اداروں کے تعاون سے دُور رکھا گیا ہے۔

الحمدللہ! ایک اور خصوصیت اور امتیازی شان جو جامعہ کو حاصل ہے۔وہ یہ کہ اکابرین علماء کرام بزرگان دین کی آمدورفت کا مرکز اور روحانی تعلق کا منبع رہا ہے تبرکاً بطور یادگاران روحانی پیشواوں کے اسماء گرامی ہدیہ قارئین ہیں۔

(۱) شیخ حافظ الحدیث والقرآن قطب العارفین حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ۔

(۲) پیر طریقت مرشد کامل جامع معقول والمنقول حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ (بیر والے)

(۳) مفکر اسلام حامل کمالاتِ علمی حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ۔

(۴) قاطع شرک و بدعت مبلغ الاسلام شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ۔

(۵) مفسر قرآن ، ماحی شرک و بدعت حضرت مولانا محمد طاہر صاحبؒ (پنج پیر والے)۔

(۶) امام سیاست پاک و ہند حضرت مولانا اسعد مدنی صاحبؒ۔

(۷) جامع معقول والمنقول محدث کبیر حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ۔

(۸) محقق نبیل عالم باعمل حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحبؒ۔

(۹) مرشد کامل حضرت مولانا عبدالصمد ہالجوی صاحب۔

(۱۰) جامع معقول والمنقول حضرت مولانا عبدالرءوف صاحبؒ۔ (حیدر آباد والے)

(۱۱) بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ۔

(۱۲) مفسر جلیل مناظر ملت وکیل احناف حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب (ظاہر پیر پنجاب)

(۱۳) رئیس دار العلوم کراچی حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہ عالی۔

(۱۴) فخر مفتیان عظام حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی۔

(۱۵) امیر عزیمت شہید ملت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ۔

(۱۶) مؤرخ الاسلام حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب شہیدؒ۔

(۱۷) حضرت مولانا اعظم طارق صاحب شہیدؒ۔

(۱۸) مناظر اسلام علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ۔

(۱۹) حضرت مولانا سعید احمد مدنی صاحب (تبلیغی جماعت)۔

(۲۰) حضرت مولانا مفتی جمیل صاحب (سابقہ پیش امام رائیونڈ مرکز)۔

(۲۱) حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری (ختم نبوت ﷺ)۔

(۲۲) حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی امیر ختم نبوت ﷺ۔

(۲۳) رئیس جامعہ فاروقیہ کراچی شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ عالی۔

(۲۴)۔خطیب العصر حضرت مولانا عبدالمجید ندیم صاحب۔

(۲۵) شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا شریف اللہ خان صاحبؒ (رحیم یارخان)

(۲۶) مفسر قرآن حضرت مولانا اختر محمد صاحب (قلات)۔

(۲۷) شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا شیخ شفیق الرحمٰن صاحب درخواستیؒ

(۲۸) مناظر ملت حضرت مولانا منظور احمد مینگل صاحب (کراچی)۔

(۲۹) شیخ النحو مفتی غلام قادر ٹیڑھی والاؒ

(۳۰) شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام محمد کولاب جیلؒ

❁❁❁

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی منّ علینا بجزیل النِّعم. والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ نبیّہ سیّد العرب والعجم. المخصوص بکتابٍ نسخ شرائع من سبق وتقدّم. و بامّۃ ھی افضل الامم. وعلیٰ اٰلہ واصحابہ مصابیح الظّلم.

اما بعد : عرصہ دراز سے تدریس صحیح بخاری کے دوران احباب درس کچھ لکھنے کی تمنّا رکھتے تھے اور ترغیب دیتے تھے۔ مگر احقر اس کام کیلئے ذہناً تیار نہیں تھا۔ اس عظیم کتاب جس کا کتاب اللہ کے بعد کا درجہ ہے۔ ایک کم علم، کم صلاحیت والا، صحیح بخاری پر کسِ طرح شرح لکھ سکتا ہے۔ لیکن احباب مخلصین اپنی موقف پر مصر رہے، بار بار اصرار کرتے رہے۔ بہت غور وخوض کے بعد طبیعت میں کچھ میلان پیدا ہوا۔ شاید اللہ تعالیٰ اس بندۂ ناچیز کو توفیق عطا فرمائیں۔ پس توکّلاً علی اللہ تعالیٰ وثِقۃً بہ تلامذہ کے مطالبہ پر قلم اٹھایا۔

شیوخ کی تحقیقات کو مدنظر رکھ کر تحریر کا آغاز کیا۔ شیوخ میں سے قابلِ ذکر مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور علامہ محمد یوسف بنوری صاحبؒ اور مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہ العالیہ، ان حضرات جیسی تحقیق کرنا مجھ جیسے کم علم کیلئے ممکن نہیں۔ لیکن حتی المقدور اپنی استطاعت کے مطابق کوشش میں تقصیر نہیں کی ہے۔ اور مأخذ کی طرف رجوع کرنا اور مأخذ کے ذکر کرنے کا اہتمام بھی مدنظر رکھا گیا ہے، اور صدقۂ جاریہ کی امید سے لکھا گیا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم.

❁❁❁

افادتکم النعماء منّی ثلاثة

یدی ولسانی والضمیر المحجّبا

وذٰلک فی ذات الالٰه وان یشاء

یبارک علی اوصال شلوٍ ممزّع

ابومحمد عبدالباقی عفی اللہ عنہ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

۲۵ دسمبر ۲۰۱۰ ع

یوم السّبت.

ضروری یادداشت

ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے درج ذیل امور کا پہچاننا ضروری ہوتا ہے اور ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

(۱) تعریف (۲) موضوع (۳) غرض (۴) وجہ تسمیہ۔

تعریف

تعریف علم حدیث: حدیث کا معنیٰ لغت میں جدید و خبر و قول کے ہیں۔

تعریف علم حدیث اصطلاح میں: اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے حضور ﷺ کے اقوال، افعال، اور اوصاف پہچانے جائیں.

تعریف: وهو علم يعرف به ما نُسب الىٰ رسول الله ﷺ قولاً او فعلاً او صفةً.

موضوع

علم حدیث کا موضوع: حضور ﷺ کے اقوال اور افعال کو کہتے ہیں۔ بعض علماً کے نزدیک ذات النبی ﷺ حدیث کا موضوع ہے۔ رسالت و نبوت کی حیثیت سے نہ کہ بشریت کے اعتبار سے۔ کیونکہ وہ علم طب کا موضوع ہے۔

موضوع: ﴿**اقوال النبی ﷺ و افعاله. وقال بعضهم ذات النبی ﷺ من حيث الرسالة والنّبوة لا من حيث البشرية، لانه موضوع الطّب**﴾.

غرض

حدیث کا غرض دنیا اور آخرت کی سعادت اور کامیابی حاصل کرنا۔ **الفوز بسعادة الدارين.**

وجہ تسمیّہ

حدیث کو حدیث اس لئے کہتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے۔حدیث، حادث سے ماٗخوذ ہے جو کہ قدیم کا ضد ہے۔(بمعنیٰ نیا)۔

دوسری وجہ : حدیث قول کو کہتے ہیں۔اس صورت میں تسمیة الشئ باسم جزئه الاعظم کے قبیلے سے ہوگا۔

تیسری وجہ :حضرت عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ماٗخوذ ہے قرآنی آیت سے، واما بنعمت ربك فحدّث. رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بیان فرماتے ہیں۔

فضیلت علم حدیث، اور حاجت وضرورت علم حدیث

علم حدیث کا مرتبہ دو اعتبار سے ہے۔ایک اعتبار سے دوسرے نمبر پر ہے۔اس لئے کہ اول نمبر قرآن کریم کا ہے۔دوسرا اعتبار تعلیم کا ہے۔اس حیثیت سے حدیث کا مرتبہ آخر میں ہے۔جیسا کہ حدیث پڑھانے کا طریقہ ہے تمام کتب پڑھانے کے بعد پڑھایا جاتا ہے۔جمہور محدثین متکلمین کے نزدیک علم تفسیر سے علم حدیث کا درجہ زیادہ ہے۔اس لئے کہ تفسیر کا موضوع الفاظ قرآن ہیں۔حدیث کا موضوع ذات رسالت مآب ﷺ ہے۔

حدیث کا مقام ائمہ کرام کے نزدیک

امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ﴿لولا السّنة ما فهم القرآن منّا احدٌ.﴾

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ﴿جميع ما تقوله الائمّةُ شرحٌ للسنة

وجميع ما تقوله السّنة شرح للقرآن.﴾

﴿عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ اللّهم ارحم خلفائي. قلنا ومن خلفائك يا رسول الله؟ قال الذين يحفظون احاديثي ويبلّغونها الى الناس. وقال ﷺ انّ اولى الناس بي يوم القيامة اكثرهم عليّ صلوٰة و قرأة الحديث تستلزم كثرة الصلوٰة عليه ﷺ.﴾

حکم شرعی

جس مقام پر صرف ایک مسلمان ہواس پر علم حدیث کا پڑھنا فرض عین ہے۔ جہاں بہت مسلمان ہوں ان پر فرض کفایہ ہے۔ یہی حکم علم فقہ کا ہے۔

حجّیۃ الاحادیث

حجیۃ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم دلیل ہے اسی طرح حدیث رسول اللہ ﷺ بھی دلیل ہے۔ جس طرح قرآن مجید سے استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح حدیث سے استدلال درست ہے۔ حجیۃ حدیث کو موضوع بنا کر بحث کرنے کی اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ ایک فرقہ ہے جسکو منکرین حدیث کہا جاتا ہے۔ (یعنی پرویزی)۔ وہ اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں، حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ منکرین حدیث کے کفر پر علما کا متفق علیہ فتوٰی ہے۔

اس فرقۂ باطلہ کا نظریہ

(۱) قرآن کریم کو ہر آدمی اپنے دماغ سے سمجھ سکتا ہے۔ حدیث کی ضرورت کیا ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ کے اقوال اس زمانے کیلئے مخصوص تھے، ہمیشہ کیلئے

معتبر نہیں۔ کیونکہ حالات بدلتے رہتے ہیں حالات کے ساتھ احکام میں بھی تغیر آجاتی ہے۔

(۳) نبی کریم ﷺ کے اقوال معتبر ہیں، چونکہ باوثوق ذریعہ سے ہم تک نہیں پہنچے ہیں۔اس لئے ہم ماننے کے پابند نہیں ہیں۔

منکرین حدیث کا یہ دعوٰی اور نظریہ نقلی اور عقلی دلائل کے اعتبار سے باطل اور غلط ہے۔

اس باطل فرقہ کے نظریہ کی تردید اور حدیث کی حجیۃ ثابت کرنے کیلئے قرآن حکیم کی چند آیتیں پیش کر کے انکے باطل دعوٰی کو غلط ثابت کیا جائیگا۔

(۱) وما اٰتاکم الرّسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا واتقوا اللّٰہ انّ اللّٰہ شدید العقاب.

(۲).قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فاتّبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم واللّٰہ غفوُر الرّحیم.

(۳) یاایّھاالذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیءٍ فردّوہ الی اللّٰہ والرّسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذٰلک خیرٌ واحسن تأویلا.

(۴).وانزلنا الیک الذکر لتبیّن للناس ما نزّل الیھم ولعلّھم یتفکرون.

(۵). من یطع الرسول فقد اطاع اللہ.

(۶). یاایّھا الذین آمنوا استجیبوا للّٰہ وللرّسول اذا دعاکم لما یحییکم.

(۷). لاتجعلوا دعاء الرّسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً

قد يعلم الله الذين يتسلّلون منكم لو اذاًفليحذر الّذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنةٌ او يصيبهم عذابٌ اليم.

(۸). فلا وربّک لا يؤ منون حتىٰ يحكّموک فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجاً ممّا قضيت ويسلّموا تسليماً.

(۹). وما كان لمؤمنٍ ولا مؤمنةٍ اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم .ومن يّعص الله ورسوله فقد ضلّ ضلالاً مبينا.

(۱۰).ماكان لبشرٍ ان يّكلّمه اللّه الاّ وحياً اومن وراءِ حجابٍ او يرسل رسولاً.

(۱۱)وما جعلنا القبلة التى كنت عليها الى آخر الآية.

(۱۲)علم اللّه انّكم كنتم تختانون انفسكم.الآية.

(۱۳)كلوا واشربوا حتّىٰ يتبيّن لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر.

یہ چند آیتیں قرآن کریم سے حجیۃ حدیث کیلئے پیش کئے گئے۔استدلالاً ان مذکورہ آیات کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں،طوالت کتاب کی وجہ سے انکوترک کیا گیا۔مشتی نمونہ ازخروارکافی ہے۔ان مذکورہ بالا آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر حدیث کے نہ قرآن سمجھ میں آسکتا ہے نہ اتباع رسول کا فائدہ ہے۔حالانکہ اتباع رسول ﷺ میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت رکھی ہے اور عدم اتباع میں ضلالت۔

حجیّۃ حدیث پر عقلی دلائل

قرآن کریم میں اجمالاً ہر چیز کا بیان ہے۔ان چیزوں کا تعلق چاہے دینی امور سے ہو یا دنیوی امور سے۔جیسا کہ قرآن کریم کی آیت میں بیان کیا گیا ہے:

﴿ونزّلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شيء وهدى ورحمة وبشرىٰ للمسلمين﴾.

مگر تفصیل ہر چیز کی اور تشریح حدیث سے ثابت ہے، مثلاً نماز کے اوقات خمسہ، اور تعداد رکعات اور مراتب فرائض وواجبات کی تفاصیل۔ صوم وزکوٰۃ کے مفصّل احکام، حج کے مناسک، قربانی وغیرہ کے مسائل، بیع وشراء، امور خانہ داری، ازدواجی معاملات اور معاشرت کے قوانین۔ ان سب امور کی تفصیل حدیث ہی سے ثابت ہے۔

محرّمات

بول وبراز، کتے گیدڑ، گدھا، بلی، چوہا کی حرمت قرآن کریم سے ثابت نہیں۔ بلکہ ذکر تک نہیں۔ اس اعتراض سے بچنے کیلئے منکرین حدیث ان جملہ اشیاء خبیثہ کی حلّت کے قائل ہیں۔ بعض منکرین حدیث نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں چار حرام چیزوں کے سوا باقی ہر چیز کا کھانا فرض ہے۔ کھانے سے انکار کر دینا گناہ اور خدا کے حکم کی معصیت ہے۔ یعنی کتا، گدھا، گیدڑ، بلی، چوہا، حتیٰ کہ پیشاب پاخانہ وغیرہ کھانا فرض ہے۔

﴿سوّد الله وجوههم وختم الله قلوبهم.﴾

منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ حدیث باوثوق اور بااعتماد طریقہ سے ہم تک نہیں پہنچا ہے۔ اس لئے ہم حدیث کو حجت نہیں مانتے ہیں۔

تنبیہ: قرآن بھی توانہی وسائط سے ہم تک پہنچا ہے۔ پس قرآن پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ عملی طور پر قرآن کے بھی منکر ہیں۔ جس طرح حدیث کے منکر ہیں

لسانی طور پر بھی انکار کریں۔ صرف زبانی دعویٰ سے کام نہ بنا ہے نہ بن سکتا ہے۔ انکار حدیث قرآن کے انکار کو مستلزم ہے۔ بہت سے احکام کا نسخ قرآن میں مذکور ہے۔ مگر منسوخ کا ذکر قرآن میں کہیں مذکور نہیں ہے۔ وہ حکم منسوخ حدیث سے ثابت ہے۔ مثلاً تحویل قبلہ اور ابتداء اسلام میں لیالی رمضان میں بعد از نوم اکل وشرب وبعال کی ممانعت کہیں قرآن میں ذکر نہیں۔ یہ ممانعت والا حکم حدیث سے ثابت ہے۔ اس حدیث والے حکم کو قرآن نے منسوخ کیا۔ جو حدیث کی حجیت پر واضح ثبوت ہے۔

تدوین حدیث

تدوین باب تفعیل کا مصدر ہے، دوّن، یدوّن، تدویناً دیوان سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنیٰ ہے ترتیب دینا اور رجسٹر میں نام لکھنا۔ (یعنی لکھنے کو تدوین کہتے ہیں)۔ تدوین حدیث سے غرض یہ ہے کہ عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہ ؓ میں حدیث لکھی گئی ہے یا نہیں۔ حدیث لکھنے کے متعلق نبی ﷺ سے اجازت یا ممانعت کی کوئی ثبوت ثبات ہے یا نہیں۔ اسکے متعلق کتب احادیث سے کچھ ثبوت پیش کئے جائینگے اور منکرین حدیث کے استدلالات اور اشکالات کے جوابات بھی د دیئے جائینگے۔

منکرین حدیث کا اشکال

پرویزی فرقہ: جسکے کفر پر علماً کا متفقہ فتویٰ ہے، بڑے زور وشور سے ایک حدیث کو اپنے دعویٰ کیلئے بنیاد بنا کر پیش کرتے ہیں۔ وہ حدیث ابو سعید خدری ؓ کی ہے، جسکی تخریج امام مسلمؒ نے کی ہے، جسکے الفاظ یہ ہیں:

﴿عن ابی سعیدن الخدریؓ انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال لا

تکتبوا عنّی ومن کتب عنّی غیر القرآن فلیمحه. ﴾

پرویزی کہتے ہیں کہ اگر حدیث قابل عمل معتبر واجب الاتباع ہوتا تو نبی کریم ﷺ کتابت سے منع نہ فرماتے۔

جواب

اس سوال کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ان میں سے چند کے ذکر کو کافی شافی سمجھتے ہیں۔تاکہ بحث طویل نہ ہو۔

(۱)۔یہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ قرآن اور غیر قرآن کو ملا کر لکھیں۔اس طرح اختلاط ہو۔فرق کرنا مشکل ہو،قرآن کا غیر قرآن سے۔

(۲) عمداً اختلاط نہ کریں مگر التباس کا شبہ پیدا ہو۔شبہ سے اجتناب کرنے کیلئے لکھنے سے منع کیا گیا۔تاکہ قرآن کیساتھ غیر کا شبہ بھی نہ رہے۔

(۳) عہد رسالت ﷺ میں کاتبوں کی تعداد کی کمی تھی۔قرآن اور حدیث دونوں کو لکھ نہیں سکتے تھے۔اس لئے منع کیا گیا۔تاکہ امت حرج میں مبتلا نہ ہوں۔جب کاتبوں کی تعداد زیادہ ہوگی خود بخود لکھنے کا اہتمام کریں گے۔

(۴) قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں حجت ہیں۔دونوں سے احکام مستنبط ہوتے ہیں۔بخلاف حدیث کے کہ اس کا صرف معنیٰ حجت ہے۔حدیث کے الفاظ حجت نہیں ہیں۔اگر حدیث بھی قرآن کی طرح لکھنے کی وجہ سے قطعی بنتی تو اجتہاد کا دروازہ بند ہو جاتا۔واجب، سنت، استحباب وغیرہ کے مراتب ثابت نہ ہوتے۔امت حرج میں مبتلا ہو جاتی۔

(۵) نہی مقدم منسوخ ہے۔اذن مؤخر ناسخ ہے۔یہ ممانعت عارضی تھی،

دائی نہیں۔ اس لئے منسوخ ہوگئی۔

(٦)۔ کتابت حدیث سے اس لئے منع کیا گیا تا کہ لوگ صرف کتابت پر توکل نہ کریں بلکہ حفظ کیطرف توجہ دیں۔

حاصل کلام

اگر چہ کلی طور پر عہد رسالت ﷺ وعہد صحابہؓ میں کتابت حدیث نہیں تھی۔ مگر جزوی طور پر کتابت کا ثبوت موجود ہے۔ نبی ﷺ کی اجازت اور آپکے امر سے صحابہؓ نے حدیثیں لکھی ہیں۔ ثابت کرنے کیلئے مستند کتب احادیث سے چند مأخذ پیش کیجائیں گی۔

مأخذ نمبر ۱ :﴿ماروا احمد فی مسنده عن عبدالله بن عمرو بن العاصؓ قال قلتُ یا رسول اللّٰه ﷺ انّا نسمع منک احادیث لا نحفظها. افلا نکتبها؟ قال بلیٰ فاکتبوها. (وفی روایة له) قلتُ یا رسول اللّٰه انّی اسمع منک اشیاء افأکتبها؟ قال نعم. قلتُ فی الغضب والرضاء؟ قال نعم فانّی لا اقول فیها الا حقّا. (وفی روایةٍ اخری لهٗ) ولابی داؤد والدارمی، کنت اکتب کل شیءٍ.

سمعتهٗ من رسول الله ﷺ فنهتنی قریش (الحدیث) وفیه اکتب فوالّذی نفسی بیده ما یخرج منه الاالحق.﴾ (مقدّمة تحفة الاحوذی ص ۱۸ .)

مأخذ نمبر ۲ :﴿ماروا البخاری ومسلم وغیرهما. عن ابی هریرةؓ انّ خزاعة قتلوا رجلاً من بنی لیث عام فتح مکة بقتیلٍ منهم قتلوه. فأُخبر بذالک النّبی ﷺ فرکب راحلتهٗ فخطب فقال انّ اللّٰه

حبس عن مكة القتل اوالفيل. (الحديث). وفی آخره فجاء رجلٌ من اهل اليمن فقال اكتب لی يا رسول الله. فقال اكتبوا لابی فلان. الخ.

قال الحافظ (يعنی ابن حجرؒ) قوله فجاء رجلٌ من اهل اليمن. هو ابوشاه.﴾

ابوشاہ یمنی کے مطالبہ پر آپ ﷺ نے اپنے خطبہ کو لکھنے کا حکم فرمایا۔ ایسے واضح ثبوت سے انکار جہالت فاضحہ ہے۔

مأخذ نمبر ۳: ﴿ مارواه البخاری عن وهب بن منبّه عن اخيه قال سمعت ابا هريرةؓ يقول ما من اصحاب النّبی ﷺ احدٌ اكثر حديثاً عنه منّی الا ما كان من عبدالله بن عمروؓ فانّه كان يكتبُ ولا اكتبُ ﴾

اس حدیث پر اشکال وارد ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ خارج میں ابو ہریرۃؓ کے روایات زیادہ پائے جاتے ہیں، ۵۳۷۴۔ جبکہ عبداللہ بن عمروؓ کی احادیث کی تعداد خارج میں زیادہ سے زیادہ ۷۰۰ ملتے ہیں۔ حق یہ تھا کہ کتب احادیث میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے مرویات زیادہ ہوتے، نہ ابو ہریرۃؓ کی۔

اس اشکال کے جواب

(نمبر۱): استثناء منقطع ہے، مابعد کا ماقبل سے تعلق نہیں۔ ابو ہریرۃؓ نے دو باتیں کی ہیں۔

(۱) تمام صحابہؓ سے میری روایات زیادہ ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ بتاتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ لکھتے تھے میں نہیں لکھتا تھا۔ یہ انکاری جواب تھا۔

تسلیمی جواب: استثناء متصل ہے۔ استثناء متصل ماننے کی صورت میں چند جوابات ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہؓ عبادت کا زیادہ شوق رکھتے تھے۔ انکا زیادہ تر وقت عبادت میں صرف ہوتا تھا۔ تعلیم وتعلم کا موقع انکو کم ملتا تھا۔ علم پڑھانے سے پھیل جاتا ہے۔

(۲) دوسرا جواب: حضرت عبداللہ بن عمروؓ فاتح تھے۔ فتوحات کے بعد زیادہ تر مصر اور طائف میں قیام فرماتے تھے۔ بخلاف ابو ہریرۃؓ کہ وہ مرکز علم، مدینۃ منورہ میں سکونت پذیر تھے۔ ۸۰۰ تابعینؒ نے ابو ہریرۃؓ سے روایت کی ہے۔ اس لئے آپکی روایات زیادہ ہیں۔

(۳) ابو ہریرۃؓ کو اچھے شاگرد مل گئے۔ استاد کے علم کی اشاعت تلامذہ کرتے ہیں۔ اس لئے ابو ہریرۃؓ کی مرویات خارج کتب احادیث میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

(۴) ابو ہریرۃؓ ہمہ وقت نبی ﷺ کی صحبت میں رہتے تھے۔ سواء تعلیم وتعلم کے اور کوئی مشغلہ نہ تھا۔ حضر وسفر میں حدیث سیکھتے تھے۔

(۵) نبی ﷺ نے ابو ہریرۃؓ کیلئے نیک دعائیں کی تھی۔ تاکہ ابو ہریرۃؓ سے نسیان نہ ہو۔ نسیان سے حفاظت کی وجہ سے ابو ہریرۃؓ کی روایات سب صحابہؓ سے زیادہ ہوگئیں۔

ماخذ نمبر ۴: ﴿روی الحاکم فی المستدرک عن حسن بن عمرو قال حدّثت عن ابی هریرةؓ بحدیثٍ فانکره. فقلتُ انّی سمعته منک. قال ان کنت سمعته فانّه مکتوبٌ عندی فاخذ بیدی الیٰ بیته. فارانی کتاباً من کتبه من حدیث رسول الله ﷺ فوجد ذٰلک الحدیث فقال قد

اخبرتک انّی ان کنتُ حدّثتک فھو مکتوبٌ عندی. ﴾

اس روایت سے ابوہریرۃؓ کی کتابت حدیث ثابت ہوتی ہے۔ ابوہریرۃؓ حدیث لکھتے تھے۔

اشکال

اس حدیث کا بخاری کی حدیث سے تعارض ہے۔ بخاری کی حدیث میں لا اکتب تھا۔ اس حدیث میں مکتوبٌ عندی ہے۔ وہاں کتابت کی نفی فرمایا تھا یہاں کتابت کا اثبات کر رہے ہیں۔

جواب

حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔ دونوں صحیح ہیں ۔ اس لئے کہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ممکن ہے۔ یہ مکتوب ابوہریرۃؓ کے خط سے نہیں تھی، دوسرے کے خط سے تحریر کی گئی تھی۔ یعنی دوسرے سے لکھوایا تھا۔ چونکہ آپ آمر تھے، اس لئے آپکی طرف نسبت کی گئی۔

دوسرا جواب

تناقض کے آٹھ شرط ہیں۔ ان شرائط میں سے ایک وحدت زمانہ ہے۔ یہاں زمانہ ایک نہیں۔ عہد رسالت ﷺ میں ابوہریرۃؓ نہیں لکھتے تھے۔ عہدِ نبوی ﷺ کے بعد لکھتے تھے۔ لہٰذا دونوں روایتیں صحیح ہیں۔

شعر

در تناقض ہشت وحدت شرط دان	وحدتِ موضوع ومحمول ومکان
وحدتِ شرط واضافت جزء وکل	قوتِ فعل ست در آخر زمان

مأخذ نمبر ۵: ﴿روی البخاری والترمذی والنسائی وابن ماجه عن ابی جحیفة ، قال قلتُ لعلیؓ ھل عندکم کتابٌ قال لا الاّ

کتاب اللّٰہ او فھم اعطیۂ رجلٌ مسلمٌ او ما فی ھٰذہ الصحیفۃ، قال قلتُ ومافی ھٰذہ الصحیفۃ قال العقل و فکاک الاسیر، ولا یقتل مسلمٌ بکافرٍ.﴾

مأخذ نمبر ۶:﴿روی النسائی والدارمی عن ابی بکر بن حزم، ان رسول اللّٰہ ﷺ کتب اھل الیمن.﴾

مأخذ نمبر ۷:﴿روی احمد عن عبداللہ بن عمرؓ قال کان رسول اللہ ﷺ قد کتب الصدقۃ.﴾

مأخذ نمبر ۸:﴿روی البخاری عن انسؓ انّ ابابکرؓ کتب لہ ھٰذالکتاب لمّا وجّھہٗ الی البحرین، بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم، ھٰذہ فریضۃ الصدقۃ اللتی فرض رسول اللّٰہ ﷺ علی المسلمین.﴾

مأخذ نمبر ۹:﴿روی الدارمی عن عبداللہ بن عمروؓ قال بینما نحن حول رسول اللّٰہ ﷺ فکتب﴾.

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے تھے، دنیا میں سب چیزوں سے زیادہ دو چیزیں مجھے محبوب تھیں۔ ا۔ الصادقۃ: اس میں حدیثیں مکتوب تھیں۔ کتب سیر اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدّہ وغیرہ روایتیں اسی الصادقۃ سے مأخوذ ہیں۔

(۲)۔ وہ زمین جسکو اللہ تعالیٰ کی رضاء کیلئے وقف کیا تھا۔ ان روایات کے علاوہ حضور ﷺ کے وہ خطوط جو بادشاہوں کے نام لکھی ہیں۔ اسی طرح صحابۂ کرامؓ کے پاس بھی آپ ﷺ کی لکھی ہوئی احادیث اور مسائل موجود تھے۔ جیسا کہ وائل ابن حجرؓ، ضحاک بن سفیانؓ، معاذ بن جبلؓ.

حاصل کلام

اگر چہ حضور ﷺ اور صحابہؓ کے زمانہ میں عام طور پر کتابتِ حدیث نہیں تھی۔ جزوی طور پر ضرور کتابت تھی۔ صحابہؓ کے دور میں عام عدم کتابت کیوجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کے وفات کے بعد صحابہ کرامؓ امر خلافت اور دیگر ضروری مسائل جیسے قرآن کریم کا جمع کرنا اور امور مملکت کو منظم کرنے میں مصروف تھے۔ عدم فرصت کیوجہ سے حدیث کی کتابت تفصیلی انداز میں نہیں کر سکے۔ علامی سیوطیؒ نے کتاب الاتقان میں لکھا ہے: عہدِ صحابہؓ میں قرآن کریم دومرتبہ جمع کیا گیا۔

(۱)۔ فاروق اعظمؓ کے مشورہ سے خلیفہ اول صدیق اکبرؓ نے قرآن مجید کو جمع کیا۔ اس جمع کا مطلب یہ تھا کہ قرآن کریم مختلف ٹکڑوں میں لکھا ہوا تھا، ہڈیوں، روں، پتوں اور کاغذوں پر متفرق لکھا ہوا تھا۔ سب کو ایک جگہ جمع کر کے لکھا گیا۔

(۲)۔ دوسرا جمع کا مطلب جو مختلف لہجوں اور مختلف لغتوں میں پڑھا جاتا تھا۔ خلیفہٗ ثالث نے اپنے دور خلافت میں ایک لغت قریش پر جمع فرمایا۔ کیونکہ اسی لغت پر کتاب اتاری گئی تھی۔ عثمان غنیؓ نے امت کو اختلافِ کتاب سے بچایا۔ ۷ نسخے لکھوا کر، ایک دار الخلافۃ میں رکھا۔ ۶ نسخے دوسرے اطراف میں ارسال فرمایا۔ ان میں سے ایک نسخہ ترکی کے کتب خانہ میں آج بھی موجود ہے۔ موجود جتنے نسخے دنیا میں پائے جاتے ہیں یہ سب ان نسخوں سے منقول ہیں۔

جس طرح قرآن جمع کیا گیا اسی طرح احادیث جمع نہیں کیے گئے۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ صحابہؓ کے نزدیک احادیث حجت تھے۔ صحابہ کرامؓ اپنے تنازعات کیلئے حدیث سے استدلال کرتے تھے۔ جب کسی کے سامنے حدیث آتی

تو وہ اپنا استدلال ترک کرتے۔ جب بنوامیہ کا دور ختم ہوا، خلافت کی ذمہ داری عمر بن عبدالعزیزؒ کے کندھوں پر ڈالا گیا۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ پانچواں خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں آپکو عمر ثانی بھی کہتے ہے۔ سنہ ۹۹ھ صفر کے مہینے میں آپکو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ۲۵ رجب المرجب سنہ ۱۰۱ھ میں آپنے وفات پائی۔ کل عمر ۴۰ سال اور کچھ مہینے ہیں۔ سبب موت زہر ہے۔ بنوامیہ نے خطرہ محسوس کیا، انکی خلافت طول پکڑے گی سازش کر کے زہر پلایا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت سنبھالتے ہی تدوین حدیث کتابتِ حدیث کا اہتمام فرمایا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ صحابہؓ کے بعد لوگوں میں وہ ذوق اور وہ قوت حافظہ و دلچسپی نہیں رہا۔ حدیث کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ اس لئے حدیث کی کتابت کا اہتمام شروع کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خارجی، روافضی وغیرہ کے فتنے بھی شروع ہو چکے تھے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس زمانے کے مشہور علماً کرام کو متوجہ کرنا شروع کیا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ابوبکر بن حزمؒ کو خط لکھا۔ ابوبکر خلیفہ کی طرف سے مدینۂ منورہ کے والی گورنر تھے۔ اور علم حدیث کے بڑے عالم تھے۔

﴿انظر ماکان من حدیث رسول اللہ ﷺ فاکتبہ . فانّی خفت دروس العلم وذھاب العلمأ. ابوبکر بن حزمؒ کے بارے میں امام مالکؒ فرماتے ہیں: لم یکن احدٌ بالمدینۃ عندہ من علم القضأ ماکان عند ابی بکر بن حزم﴾. اور ابوبکر بن حزمؒ کو یہ امر بھی تھا کہ مدینۂ منورہ میں دوسرے بڑے علمأ محدثین کو جمع کر کے ان سے بھی تعاون حاصل کریں۔

دوسرا خط: عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابن شہاب زہریؒ کو لکھا یہ بھی بڑے عالم تھے۔ صحابہؓ اور کبار تابعین کے علوم انکے پاس موجود تھے۔ زہری کے متعلق عمرو

بن دینارؒ فرماتے ہیں۔ ﴿ مارأیتُ احداً انص فی الحدیث. من ابن الشهاب الزهری، ومارأیت احداً ، الدینار والدّرهم اهون عنده منه، انکانت الدّراهم والدّنانیر عنده بمنزلة البعر. (کرمانی) . قال البخاریؒ فی التاریخ انه اخذالقرآن فی ثمانین لیلةً. ﴾ (کرمانی)۔تحفۃ الاحوذی میں لکھاہے:اول من دوّن الحدیث بامر عمر بن عبدالعزیزؒ .امام زہری کے بارے میں ائمۃ الرّجال فرماتے ہیں:احد ائمة الاعلام، وعالم الحجاز والشام.

کبار تابعین

امام زہریؒ کبار تابعین میں سے ہیں۔ (کبار تابعین وہ ہیں جنکے صحابہؓ استاد ہوں بلاواسطہ صحابہ کرامؓ سے استفادہ کیا ہو)۔

صغار تابعین

صغار تابعین وہ ہے جنہوں نے صحابہؓ کو صرف دیکھا ہو، استفادہ نہ کیا ہو۔

اوساط تابعین

وہ ہیں جنہوں نے صحابہؓ اور تابعین کو دیکھا ہے، اور کبار تابعین سے استفادہ بھی کیا ہو۔

حدیث کا پہلا مدوّن

پہلا مدون امام زہری ہیں۔امام زہری کے تدوین حدیث کے بعد سارے عالم اسلام میں تدوینِ حدیث کا شوق پیدا ہوا۔ ہر ہر شہر میں علماً نے تدوین شروع کیا۔ چنانچہ ابن جریج نے مکہ میں ۔ امام مالکؒ نے مدینۂ منورہ میں۔ حماد بن سلمہ نے بصرہ میں۔ سفیان ثوری نے کوفہ میں۔ امام اوزاعیؒ نے شام میں۔ ہشیمؒ نے واسط میں۔ عبداللہ بن مبارک نے خراسان میں۔ معمرؒ نے یمن میں۔

امام زہریؒ تابعین کے طبقہ اولیٰ کے محدّثین میں سے ہیں۔ جنہوں نے احادیث کو قلمبند کیا۔ مذکورہ بالا محدثین بھی اسی دوسری صدی ھجری کے مدوّنین میں سے ہیں۔ دوسری صدی کی چند مستند کتابیں یہ ہیں:

(۱)۔ موطأ امام مالک بن انسؒ۔ متوفیٰ سنہ۱۷۹ھ۔

(۲)۔ مصنف اللیث بن سعدؒ۔ متوفیٰ سنہ۱۷۵ھ۔

(۳)۔ مصنف سفیان بن عیینہؒ۔ متوفیٰ سنہ۱۹۸ھ۔

(۴)۔ مسند امام الشافعیؒ۔ متوفیٰ سنہ۲۰۴ھ۔

تیسری صدی ہجری میں صحاح ستہ وغیرہ۔ مستند کتب کی تدوین وجود میں آئی۔ اور آج تک انہی علوم نبوت کے انوار سے امّت مسلمہ مستفید ہو رہی ہے۔ صحاح ستہ میں سے بخاری کو اللہ تعالیٰ نے ممتاز مقام مقبولیت بخشا ہے۔

ترجمۃ المصنفؒ

الامام المقدم المفخم امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ الاسلام مرجع الانام الحافظ الحجۃ الجعفی البخاریؒ ونفعنا بعلومہ.

نام: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ بن بردزبہ، باء کا زبر، راء کا سکون، دال کا زیر، زا کا سکون،

کنیت: ابوعبداللہ۔

یہ لفظ فارسی کا ہے۔ اس کا معنیٰ کاشتکار کے ہے۔ جسکو عربی میں زراع کہتے ہیں۔ بردزبۃ مجوسی تھا۔ اور اسی دین مجوسیت پر وفات پائی۔ مغیرہ یمان جعفی جو بخاریٰ کا والی (گورنر) تھا۔ اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس لیے امام بخاری کو

جعفی کہتے ہیں۔ اس نسبت کو ولاء اسلام کہا جاتا ہے۔ ایک قول میں مغیرۃ بن بردزبۃ ۔ایک میں مغیرۃ بن الاحنف ابن الاحنف کا ذکر امام بخاری کے مؤلفات میں آیا ہے، ابراہیم بن مغیرۃ امام بخاری کا دادا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: کہیں بھی ابراہیم کے حالات نہیں مل سکے۔ حافظ کی اتباع کرتے ہوئے قسطلانی نے کہا۔ ابراہیم کے حالات نہیں ملتے۔ صاحب نیل الامانی نے ابراہیم کے حالات کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے۔

شیخ زکریا فرماتے ہیں، کتب رجال میں ابراہیم کے سوانح نہیں پائے جاتے۔ اسماعیل والد امام بخاری کے متعلق علامہ قسطلانی مقدمہ میں، علامہ ذہبی تاریخ اسلام میں فرماتے ہیں "اسماعیل متورع علمأ میں سے تھے۔ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ ابن حبان کتاب الثقات میں لکھتے ہیں: حماد بن زید اور امام مالکؒ سے روایت کی ہے، جب موت کا وقت قریب آیا وصیت کی کہ میرے جمیع مال میں ایک درہم بھی مشتبہ نہیں۔

اسماعیل کے نزع کے وقت اس زمانے کے مشہور محدث احمد بن حفص آپکے پاس موجود تھے۔ اسماعیل کی یہ وصیت سنکر فرمایا:

فتصاغرت الیٰ نفسی. مجھے میرا نفس اسکے تقویٰ کے سامنے ذلیل معلوم ہونے لگا۔ اسی مال حلال سے امام صاحب کی پرورش ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: اسماعیل کے وفات کے وقت امام بخاریؒ صغیر تھے۔ آپکی والدہ نے آپکی پرورش کی۔ اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کیا۔ یہی صحیح قول ہے۔ کرمانی کہتے ہیں: اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ تذکرۃ الحفاظ

میں ہے کہ والدہ اور بہن کے ساتھ حج کیا۔ یہ دونوں قول کاتب کی غلطی سے لکھے گئے۔ جنکی کوئی صداقت نہیں ہے۔

امام بخاریؒ کی تاریخ پیدائش

اور تاریخ وفات اور عمر

تاریخ پیدائش پر علماء کا اتفاق ہے۔ ۱۳ شوال بعد از نماز جمعہ، سنہ ۱۹۴ھ میں اپنے آبائی شہر بخاریٰ میں پیدا ہوئے۔ جبل الحدیث حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ مستیز بن عتیق کہتا ہے: امام بخاریؒ نے اپنے والد کے ہاتھ کی تحریر سے اسی تاریخ پیدائش کو مجھے پیش کیا۔ اگر چہ دوسرے شاذ اقوال بہت سے ہیں۔ بعض کہتے ہیں رات کو پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں دن کو پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں ۱۲ شوال، بعض ۱۳ شوال کے قائل ہیں۔

جسمانی کیفیت

نحیف الجسم، یعنی لاغر جسم، درمیان قد و قامت کے تھے، خوراک بہت کم کھاتے تھے۔

تاریخ وفات

ہفتہ اور عید الفطر کی رات بوقت نماز عشاء، سنہ ۲۵۶ھ دار الفنا سے

دار البقاء کی طرف رخصت ہو گئے۔ عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر مقام خرتنگ میں دفن کیئے گئے۔ امام صاحب کی کل عمر ۱۳ دن کم ۶۲ سال ہے۔ امام صاحب کا نرینہ

اولادنہیں تھا۔ غنجار تاریخ بخاری میں لالکائی شرح السنۃ میں فرماتے ہیں: صغرسنی میں آپکی بینائی چلی گئی تھی۔ والدہ بینائی کیلئے رات دن دعا کرتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے آپکی دعا قبول فرمائی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کوآپ سے حدیث کی تصحیح کا کام لینا تھا۔ آپکو روشنی بخشی۔ والدہ نے خواب میں ابراہیم خلیل اللہ کودیکھا فرمانے لگے ﴿(یاھٰذہ) قد ردّ اللہ علیٰ ابنک بصرہٗ بکثرۃ دعائک، قال فاصبح وقد ردّاللہ علیہ بصرہٗ.﴾ ایک شاعر نے امام صاحبؒ کی ولادت اور وفات اور مدت عمر کو ایک شعر میں جمع کر کے بیان کیا ہے۔

❁❁❁❁❁

شعر

کان البخاری حافظا ومحدّثا

جمع الصحیح مکمل التحریری

میلادہ صدق ومدۃ عمرہ

۱۹۴

فیھا حمید وانقضی فی نور

۲۶ ۲۵۶

❁❁❁❁❁

آغاز تدریس

ابوجعفر محمد بن ابی حاتم ورّاق فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحبؒ سے انکی بچپن کے حالات زندگی کے بارے میں سوال کیا: (کیف کان بدء امرک؟) بخاریؒ نے جواب میں فرمایا: دس سال یااس کے کی عمر میں دل میں

حدیث یاد کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔

امام بخاریؒ کی ذہانت

گیارہ سال کی عمر میں اپنے استاد مشہور محدث داخلی کے پاس ایک دن حاضر ہوئے۔ اور حدیث کا درس لینا شروع کیا۔ محدث داخلی نے حدیث پڑھی: عن ابی الزبیر عن ابراہیم تلمیذ فطین نے صغرسنی کے باوجود استاد کو روکدیا۔ اور عرض کیا کہ ابوالزؒ بیر کا ابراہیم سے سماع ثابت نہیں۔ محدث داخلی نے پھر سند کا اعادہ کیا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا: زبیر بن عدی نے ابراہیم سے روایت نقل کی ہے نہ ابی الزبیر امام داخلی ناراض ہو کر تلمیذ کو ڈانٹا۔ امام بخاریؒ نے نہایت ادب کیساتھ عرض کیا اگر آپ کے پاس بیاض موجود ہے اسکو دیکھ لیجئے۔ جب استاد نے اپنے یادداشت کو دیکھا۔ تو امام بخاریؒ کی بات ثابت ہوگئی۔ محدّث داخلی تلمیذ رشید کے حافظہ کا قائل ہو گئے۔

فتح الباری ۱۶ ویں سال کی عمر میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے واقعات اور وکیعؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ کے تمام روایات کو حفظ کیا۔ ۱۸ ویں سال میں کتاب قضاء الصّحابہؓ والتّابعین لکھی۔ اور تاریخ کبیر روضۂ اقدس کے قرب میں چاند کی روشنی میں تحریر فرمایا جو آپکا زندہ کرامت ہے۔

طلب حدیث کا ذوق

جب امام صاحبؒ کو شیوخ حدیث کا درک لگتا وہاں پہنچ جاتے۔ کرمانی میں لکھا ہے ۱۰۸۰ شیوخ سے حدیث حاصل کیا ہے۔ اور امام بخاریؒ سے استفادہ کرنے والے تلامذہ کی تعداد ۹۰۰۰۰ مشہور ہے۔ فتح الباری۔ کرمانی نے ایک لاکھ

سے زائد اپنی کتاب میں تعداد تحریر کی ہے۔

طلب حدیث کیلئے سفر

بلاد بخاریٰ اور نواحی بخاریٰ میں وقت کے سادات شیوخ سے اپنے علاقہ کے معروف محدّثین سے استفادہ کیا۔ اور استفادہ کیلئے دور دراز مختلف علاقوں کا سفر کیا۔

امام بخاری کا پہلا سفر

فتح الباری میں لکھا ہے۔ امام بخاریؒ کا پہلا سفر امّ القریٰ، امّ البلاد، وسط الارض مکۃ المکرّمہ کی طرف پیش آیا۔ یہ سفر سنہ ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ اور اپنے بڑے بھائی احمد کے ہمراہ کیا۔ اور حدیث حاصل کرنے کی غرض سے ۶ سال حجاز میں قیام فرمایا آپکے مکی شیوخ میں مشہور حمیدی ہے۔ اسی وجہ سے صحیح بخاری کی ابتداء حمیدی کی روایت سے کی اور آپکے آخری استاد احمد بن اشکاب ہے۔

یہ مصری ہے اسی وجہ سے کتاب کا اختتام آخری استاد کی روایت سے کی مدنی اساتذہ میں سے قسطلانیؒ نے عبدالعزیز اویسی کو ذکر کیا ہے۔ مکۃ المکرّمہ سے رجوع کرنے کے بعد مختلف علاقوں کا سفر فرمایا۔ شام، مرو، ہرات، بغداد، کوفہ، مصر، بعدہ نیشاپور، بلخ، بلخ میں مکی بن ابراہیم سے روایۃ حاصل کی۔ یہ امام اعظمؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ امام بخاریؒ ایک واسطہ سے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ لامع الدراری نے اسکی تصریح کی ہے۔

❁❁❁❁❁

سعادۃ الشرب فی قدح النبی ﷺ

جمع الوسائل شرح شمائل میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا پانی پینے والا پیالہ میں بصرہ میں امام بخاریؒ پانی پینے کی سعادۃ حاصل کی۔

کمال حافظہ

قسطلانیؒ نے حاشد بن اسماعیل سے روایت نقل کی ہے کہ امام بخاریؒ ہمارے ساتھ سماعِ حدیث کیلئے شیوخ کے درس میں بیٹھتے تھے۔اور لکھتے نہیں تھے۔ چند دن گذرنے کے بعد ساتھیوں نے ملامت کرنا شروع کیا۔ کہ وقت ضائع کررہا ہے امام صاحب نے فرمایا: آپ لوگوں نے ملامت کرنے میں قصر نہیں چھوڑے۔ لہٰذا تم لوگ اپنی لکھے ہوئے مسودات کو حاضر کرو۔ ان لوگوں کے مکتوبات پر پندرہ ہزار مزید حدیثیں زبانی سنائیں۔ اسکے بعد ساتھیوں نے اپنی مکتوبات کو امام بخاریؒ کی زبانی روایات سے تصحیح کیا۔

این سعادت بزور بازو نیست تا نبخشد خدای بخشندہ

قسطلانی میں لکھا ہے کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ایک لاکھ صحیح احادیث میں نے یاد کی ہیں۔ اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد کی ہیں۔ لیکن صحیح بخاری میں تمام احادیث صحیح ہیں۔ ایک بھی غیر صحیح حدیث نہیں۔

دوسرا سفر بصرہ کا

امام بخاریؒ کے سیمین رخسار پر داڑھی کے بال نمودار نہیں ہوئے تھے کہ بصرہ کا سفر پیش آیا۔ چونکہ آپکی شہرت پہلے سے ہو چکی تھی۔ لوگوں نے پر زور

استقبال کیا۔ اور حدیث سنانے کی درخواست کی۔ بہت منت سماجت کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اہل بصرہ اگر چہ میں نوجوان ہوں، اور تم میں بڑے بڑے شیوخ بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر آج میں وہ احادیث سناؤنگا جو اہل بصرہ نے نہیں سنی ہیں، باوجودیکہ انکے راوی اہل بصرہ ہی ہیں۔

تیسرا سفر بغداد کا

جب امام صاحب بغداد کا سفر فرما رہے تھے، اہل بغداد کو امام صاحب کے آمد کی اطلاع ملی، بموجب مقولۂ مشہورہ کے علماً کے دشمن بہت ہوتے ہیں۔ چونکہ اہل علم میں حسد زیادہ پایا جاتا ہے۔ بغداد کے علماً نے امام بخاری کے امتحان لینے کا منصوبہ بنایا۔ دس علماً کا ذمہ لگایا ہر ایک عالم کو دس حدیثیں متن اور سند تبدیل کر کے پیش کرنے کا ذمہ لگایا۔ مجموعاً ۱۰۰ احدیثیں ہوگئیں۔ جب مجلس منعقد ہوا امام صاحب سے منصوبہ کے مطابق ہر ایک عالم سند و متن تبدیل کر کے پیش کرنے لگا۔

امام بخاریؒ ہر حدیث پر لا اعرفہ فرماتے گئے۔ عوام النّاس بے علم لوگوں نے آپکو کم علم سمجھا۔ لیکن علماً سمجھ گئے کہ امام صاحب اس تبدیلی کو سمجھ گئے۔ جب ان حضرات نے سنانا پورا کیا۔ امام صاحب بالتّرتیب ہر حدیث کا صحیح سند متن کے ساتھ ملا کر سنایا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: سند متن ملانا کمال نہیں تھا بالتّرتیب ملا کر سنانا بیان کرنا یہ کمال تھا ماً خذ قسطلانی ہے۔

چوتھا سفر نیشاپور کا

امام بخاریؒ کا آمد سنہ ۲۵۰ھ میں پیش آیا۔ فتح الباری۔ قسطلانی میں لکھا ہے کہ جب امام بخاریؒ نیشاپور تشریف لا رہے تھے، انکا استاذ محمد بن یحییٰ ذہلی اپنے حلقہ درس میں تلامذہ سے فرمایا: من اراد ان یستقبل محمّد بن اسماعیل غداً

فليستقبله، فاني استقبلهٗ ، فاستقبله الذهلى وعامة علماء نيسابور.

ذہلی نے فرمایا امام بخاریؒ سے کلام اللہ کے متعلق کوئی بھی سوال نہ کرے۔ کیونکہ اگر ہمارے نظریہ کے خلاف جواب دیگا تو ہمارے اور انکے درمیان اختلاف پیدا ہوگا۔ اس اختلاف سے باطل کو فائدہ پہنچے گا۔ جیسے رافضی، جہمیہ، مرجئہ وغیرہ۔ امام صاحب کے استقبال میں اتنا ازدحام ہوا کہ گلی کوچے، مکانوں کی چھتیں لوگوں سے بھر گئے۔ حاسدین نے اختلاف ڈالنے کیلئے امام صاحب سے سوال کرنے لگے۔ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں یا غیر مخلوق؟ تین مرتبہ امام صاحب نے جواب دینے سے روگردانی کی۔ جواب نہیں دیا۔ بار بار اصرار کرنے کے بعد جواب میں فرمایا: ﴿**افعالنا مخلوقة، والفاظنا من افعالنا**﴾

حاسدین نے مشہور کیا کہ امام بخاریؒ قرآن کو مخلوق کہتا ہے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا:

﴿**كل من نقل عنّى ، انّى قلتُ لفظى بالقرآن مخلوق فقد كذب علىّ وانّما قلت افعال العباد مخلوقة ، فقال البخارى القرآن كلام الله غير مخلوق. وافعال العباد مخلوقة، والامتحان بدعة**﴾.

حاسدین نے غلط پروپیگنڈہ کر کے ذہلی کو امام صاحب کے خلاف کیا۔ ذہلی نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ امام بخاریؒ کے پاس آمدورفت ترک کرو۔ ذہلی کے تلامذہ نے امام بخاریؒ کو چھوڑ دیا۔ لیکن امام مسلم نے ذہلی کو چھوڑا۔ اور ذہلی کے مسودات کو بھی مسترد کیا۔ اور ذہلی کی روایات کو اپنی کتاب مسلم میں ذکر نہیں کیا امام بخاریؒ کو نہیں چھوڑا۔

حیرت کی بات ہے کہ امام بخاریؒ نے ذہلی کی روایات کو اپنے کتاب صحیح

میں نقل کیا ہے۔ جب آپ سے وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ اگر روایات کو ذکر نہیں کرونگا کتمان علم ہوگا۔ گناہ ہے، بہت وعید وارد ہے۔ روایت نقل کرتے وقت نام ظاہر نہیں کرتے مبہم چھوڑتے ہیں یا دادا کی طرف نسبت کر کے ذکر کرتے ہیں۔ تا کہ اپنے جرح کرنے والے کی تعدیل نہ ہو۔

سوال یا اشکال

جب امام بخاریؒ کی امام مسلمؒ کے قلب میں اتنی قدر تھی۔ مقدمہ مسلم میں آپ پر طعن کیوں کیا۔ آپکو بعض منتحلی الحدیث کیوں کہا؟

جواب

عظمت کا قائل ہونا اور چیز ہے، رائے کا اختلاف اور چیز ہے۔ قول کے تضعیف سے قائل کی تضعیف لازم نہیں آتی۔ امام مسلم کے دل میں امام بخاریؒ کی بے حد قدر تھی۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تقبیل بین عینیہ ورجلین ذکر کیا ہے۔ امام بخاریؒ کی پیشانی پر بوسہ دیکر عرض کرتے ہیں:

﴿دعني اقبّل رجليك يا استاذ الاساتذين، ويا سيّد المحدّثين ويا طبيب الحديث في علله﴾.

قسطلانی میں لکھا ہے کہ جب امام مسلم اور احمد بن سلمہ نے ذہلی کو چھوڑا امام بخاری کے متبع ہوگئے، تو ذہلی نے کہا: **﴿لا يساكنني محمد بن اسماعيل في البلد فخشي البخاري علىٰ نفسه وسافر منها﴾.**

امام بخاریؒ نے محسوس کیا کہ استاد میرے اس شہر میں رہنے سے ناراض ہے۔

امام صاحب نیشاپور چھوڑ کر چلے گئے، تا کہ استاد کو تکلیف نہ ہو۔ شاگرد کو چاہیئے کہ اپنے شیخ کو تکلیف دینے سے اجتناب کرے۔ کیونکہ استاد کی ناراضگی محرومی کا سبب بنتا ہے۔

پانچواں سفر رجوع الیٰ البخاریٰ،

اپنے اصلی وطن کی طرف آمد کا بیان

جب امام بخاریؒ نے بخاریٰ کا قصد فرمایا تو اہل بخاریٰ نے بہت اہتمام کے ساتھ استقبال کیلئے انتظامات کئے۔ ۳ میل تک کاغذی قبے بنائے، اور آپ پر پھولوں طرح دینار اور دراہم نچھاور کئے، جس طرح کہ خوشیوں میں پھول گلاب وغیرہ کے پتے ڈالے جاتے ہیں۔ اس وقت بخاریٰ کا گورنر خالد بن محمد ذہلی تھا۔ امام صاحب کا یہ اعزاز دیکھ کر بے قابو ہوگیا۔ اور ایذاء رسانی کے حیلے تراشنے لگا۔ امام صاحب نے کچھ عرصہ حدیث کی تدریس دیتے رہے۔ امیر خالد بن محمد نے قاصد بھیجا کہ میرے بچوں کو قصر شاہی میں حدیث پڑھائیں۔ امام بخاری نے جواب میں فرمایا: ﴿انا لا اذلّ العلم ولا احمله الیٰ ابواب السلاطین، فان کانت له حاجة الیٰ شیءٍ منه فلیحضر الیٰ مسجدی.﴾

خالد نے کہا کہ میرے لڑکوں کے ساتھ دوسرا کوئی لڑکا شریک درس نہ ہو۔

امام صاحب نے یہ بھی منظور نہیں کیا، کہ میں اس فیض عام کو ایک طبقہ کیلئے مخصوص نہیں کرسکتا۔ اس میں امیر و غریب سب برابر ہیں۔ ہم جیسے عزت وجاہ و مال کے لالچی ہوتے قصر شاہی میں پہنچ جاتے اور فخر تصور کرتے۔ گورنر جب مایوس ہوئے تو اس نے ایذاء رسانی کے دروازے کھول دئے۔ امام صاحب مصائب سے تنگ

آ کر سمرقند کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔

قسطلانی میں لکھا ہے: ﴿فامره الامير بالخروج عن البلد، فدعا عليه وكان مجاب الدعوة.﴾ یہ بددعا کے کلمات فتح الباری سے نقل کئے گئے ہیں۔

﴿فقال اللهم ارهم ما قصدوني به في انفسهم واولادهم واهاليهم.﴾

اس بددعا کے بعد ایک مہینہ نہ گذرا کہ خالد پر اللہ تعالیٰ نے ایک ظالم مسلط کیا، جس سے خالد کی کھال کھینچوا کر بھس بھردی گئی۔ ذلت کے موت سے ہلاک ہوگیا۔

شعر

بترس از آہِ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

امام صاحبؒ بخاریٰ سے نکل چکے تھے، راستہ میں معلوم ہوا کہ اہل سمرقند میرے آمد میں اختلاف کررہے ہیں۔ مقام خرتنگ میں امام صاحبؒ کے اقرباء وعزیز رہتے تھے، انکے ہاں قیام فرمایا۔ فتح الباری میں لکھا ہے: اہل سمرقند کی اختلاف کی وجہ سے تنگ دل ہوکر دعا کی۔ صلوٰۃ اللیل تہجد کی نماز سے فارغ ہوکر دعا کی:

﴿اللّٰهم ضاقت عليّ الارض بما رحبت فاقبضني اليک﴾.

یہاں اشکال وارد ہوتا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ اور بعض دوسرے حضرات نے اعتراض کیا ہے کہ موت کی تمنا جائز نہیں۔ امام صاحبؒ نے کیوں تمنا کی؟

جواب

حافظ ابن حجرؒ نے جواب دیا کہ دنیوی مصائب کیوجہ سے تمنائے موت

ناجائز ہے۔ اخروی مصائب سے تمنائے موت جائز ہے۔ امام بخاریؒ مجاب الدعوات تھے۔آپکی یہ دعا بھی قبول ہوئی۔اس دعا کے بعد اہل سمرقند آپکی آمد پر متفق ہوگئے۔اور امام صاحب کو آمد کا پیغام ارسال کیا، بواسطۂ قاصد۔امام صاحب سمرقند کی طرف تیار ہوکر روانہ ہورہے تھے۔کچھ ضعف محسوس کیا، لیٹ گئے، روح پرواز ہوکر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے۔ وفات کے بعد آپ کے جسم مبارک سے پسینہ جاری رہا۔تمام بدن تربتر ہوگیا۔

تاریخ وفات

عیدالفطر کی رات بوقت عشاء سنہ ۲۵۶ھ عید کے دن بعد الظہر مقام خرتنگ میں آپکو دفن کیا گیا۔آپکی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ جنازہ میں شرکت کیلئے سمرقند سے کثیر تعداد میں لوگ آئے۔ گدھوں کا کرایہ زیادہ ہوگیا، اس لئے اس جگہ کا نام خرتنگ رکھا گیا، پہلے اور نام تھا۔دفن بعد قبر سے خوشبو آنے لگی۔ یہ سلسلہ دراز زمانہ تک چلا۔لوگ قبر سے مٹی اٹھاتے تھے۔

حضور ﷺ کے پسینہ مبارک سے خوشبو آتی تھی ۔تو آپکی احادیث جمع کرنے والے کی قبر سے بھی خوشبو آنے لگے یہ بعید نہیں۔

شعر

جمال ہمنشین در من اثر کرد   وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

امام صاحبؒ کی فضیلت

قسطلانی نے عبدالواحد بن آدم الطّواویسی سے روایت نقل کی ہے۔

فرماتے ہیں:

﴿رأیت النّبی ﷺ ومعهٗ جماعةٌ من اصحابه وهو واقفٌ فی موضع، فسلّمت علیه فردّ علیّ السلام، فقلت ما وقوفک هنا یارسول الله؟ قال انتظر محمّد بن اسماعیل، قال فلمّا کان بعدایّام بلغنی موته. فنظرتُ فاذا هو فی السّاعة التی رأیتُ فیها النّبی ﷺ ولمّا ظهر امرهٗ بعد وفاته، خرج بعض مخالفیه الیٰ قبره، واظهروا التوبة والندامة.﴾

فتح الباری میں لکھا ہے﴿رأیت البخاری فی المنام خلف النبی ﷺ ، والنّبی ﷺ یمشی، فکلّما رفع النبی ﷺ قدمهٗ وضع ابو عبدالله قدمهٗ فی ذالک الموضع.﴾

اس عبارت سے مراد اتباع سنۃ ہے۔

﴿فربری من تلامذة البخاری یقول رأیت النبی ﷺ فی النوم. فقال لی این ترید؟ فقلت اُرید محمّد بن اسماعیل ، فقال اقرئه منّی السلام.﴾

فتح الباری میں لکھا ہے: یحییٰ بن جعفر بیکندی فرماتے ہیں:

﴿لوقدرتُ ان ازید من عمری فی عمر محمّد بن اسماعیل لفعلتُ. فانّ موتی موت رجل واحد، وموتمحمّد بن اسماعیل فیه ذهابُ العلم وموت العالَم.﴾

شعر

اذاما مات ذو علم وفتویٰ فقد وقعت من الاسلام ثلمة

اقران اور اتباع کے ثنائیہ کلمات

فتح الباری نے ابو حاتم الرّازی سے نقل کیا ہے: ﴿لم تخرج خراسان قطّ احفظ من محمّد بن اسماعیل ولاقدم منها الی العراق اعلم منه.﴾

امام الائمۃ ابو بکر محمد بن اسحاق فرماتے ہیں ﴿ماتحت ادیم السماء اعلم بالحدیث من محمد بن اسماعیل.﴾

ائمۃ حدیث اور فقہاً کی نگاہ میں

امام صاحبؒ کا مقام

حافظؒ نے قتیبۃ بن سعید کا قول نقل کیا ہے:

﴿جالستُ الفقهاء والزّهاد والعبّاد، فما رأيتُ منذ عقلتُ مثل محمّد بن اسماعيل. وهو فی زمانه كعمرؓ فی الصّحابةؓ. قال احمد بن حنبل ما اخرجت خراسان مثل محمّد بن اسماعيل (. فتح الباری).﴾

﴿قال رجاء بن رجاء فضل محمّد بن اسماعيل على العلماء كفضل الرّجال على النّساء. (فتح الباری).﴾

﴿قال احمد بن اسحاق من اراد ان ينظر الىٰ فقيه بحقّه وصدقه فلينظر الىٰ محمّد بن اسماعيل.﴾

امام بخاریؒ کو یہ مقام اور مقبولیت فاقہ کشی جفاکشی اور ورع وتقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔

فاقہ کشی

امام صاحبؒ فرماتے ہیں: آدم بن ابی ایاس محدّث کی صحبت میں حدیث حاصل کرنے حاضر ہوا۔ تین دن تک کھانے کیلئے کچھ نہ تھا۔ گھاس کھا کر گذارہ کیا۔ تین دن کے بعد ایک کیس دینار کا ناواقف شخص نے دیا۔ بھوک برداشت کیا شیخ کونہیں چھوڑا۔

﴿یقول خرجتُ الیٰ آدم بن ابی ایاس فتأخرت نفقتی حتیٰ جعلتُ اتناول حشیش الارض فلمّا کان یوم الثّالث اتانی رجلُ لا اعرفه فاعطانی صرّةً فیها دنانیر. (فتح الباری).﴾

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے: امام بخاریؒ بیمار ہوگئے۔ جب اطبّاء نے تشخیص کی پتہ چلا امام صاحبؒ سالن استعمال نہیں کرتے ہیں۔

امام صاحبؒ نے تصدیق کی فرمایا: ﴿لم آتدم منذ اربعین سنةً فسئلوا عن علاجه. فقالوا علاجه الادُم فامتنع حتیٰ الحّ علیه المشائخ واهل العلم فاجابهم ان یأکل مع الخبز سکرة.﴾

جفاکشی

حافظ ابن حجرؒ نے محمد بن حاتم وراق سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ میں امام بخاریؒ کے ساتھ سفر کرتا تھا، ایک ایک رات میں ۱۵ سے ۲۰ مرتبہ رات کو اٹھتے دیکھتا

تھا۔ آگ جلا کر حدیث لکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت ہمیں حکم فرماتے ہم خدمت کرنے کیلئے ساتھ ہیں۔ جواب میں فرمایا: آپ جوان ہیں آپکی نیند خراب کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ فتح الباری میں لکھا ہے: امام بخاریؒ رمضان شریف میں لوگوں کو تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں ۲۰ آیات قرآن کریم سے پڑھتے تھے۔ اسی طرح اجتماعی ختم نکالتے اور تنہا ہر رات میں ۱۰ پارہ پڑھکر ہر تین رات میں قرآن کریم کا ختم کرتے تھے۔ اور ہر دن رمضان شریف میں افطار کے وقت آپکا ختم پورا ہوتا تھا۔

❁❁❁❁❁

ورع اور تقویٰ

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے: امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ﴿ما اغتبتُ احداً قطّ منذ علمتُ انّ الغیبة حرام.﴾

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ﴿لا رجوا ان القی اللہ ولا یحاسبنی انّی اغتبتُ احداً. (فتح الباری)﴾

امام صاحبؒ کی تاریخ پیدائش اور وفات کو کسی شاعر نے اشعار میں قلمبند کیا ہے:

کان البخاری حافظاً و محدّثاً
جمع الصحیح مکمل التحریر
میلاده صدق ومدة عمره
۱۹۴
فیها حمید وانقضی فی نور
۲۵۶ ۶۲

آپکی کل عمر ۱۳ دن کم ۶۲ سال ہے۔ فتح الباری میں لکھا ہے، امام صاحبؒ کے پاس نبی ﷺ کے کچھ بال مبارک تھے۔ اپنے لباس میں رکھتے تھے۔

کتاب البخاری احوال الجامع الصحیح

نام کتاب: کتاب کا پورا نام جو مؤلف نے رکھا ہے:

الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننه وایامه.

بالفاظ دیگر **الجامع الصحیح المسند المختصر من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننه وایامه.**

(۱) حدیث سے مراد اقوال رسول اللہ ﷺ

(۲) سنن سے مراد افعال رسول اللہ ﷺ.

(۳) ایام سے مراد مغازی رسول اللہ ﷺ.

☆☆☆

وجہ تسمیہ

بخاری کو صحیح اسلئے کہا جاتا ہے مصنفات میں سے پہلا مصنف ہے۔ جو صحیح حدیث کو غیر صحیح سے جدا کر کے لکھا گیا ہے۔

امت کا اتفاق

تمام علماً کا اتفاق ہے کہ بخاری و مسلم کے تمام احادیث صحیح ہیں۔ البتہ ترجیح میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک صحیح بخاری کو ترجیح حاصل ہے۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا گیا ہے۔ بعض علماً مغارب نے فن اعتبار کے لحاظ سے مسلم کو ترجیح دی ہے۔ فن اعتبار کا مطلب یہ ہے: امام مسلم ایک باب کے اندر اس باب کے مناسب جتنے احادیث ہیں، شواہدات، متابعات وہ سب کو جمع کیا ہے۔

اس وجہ سے مسلم میں حدیث کی تلاش آسان ہے بخلاف بخاری کے۔اس میں ایک حدیث تکرار کے ساتھ مختلف مقامات میں ذکر ہوئی ہے۔ بخاری، مسلم کے احادیث کی صحت پر تمام علماء امت کا اتفاق ہے اوران پر عمل کرنا واجب ہے۔

الجامع

محدثین کی اصطلاح میں جامع اسکو کہتے ہیں جوابواب ثمانیة پر مشتمل ہو۔ وہ ابواب ثمانیة اس شعر میں مذکور ہیں:

شعر

سیر آداب وتفسیر وعقائد　　فتن اشراط واحکام ومناقب

سیر سے مراد مغازی، آداب سے مراد اکل وشرب وغیرہ۔ اشراط سے مراد علامات قیامت، احکام سے مراد مسائل، مناقب سے مراد درجہ ومرتبہ۔ یہ ابواب ثمانیة بخاری، ترمذی دونوں میں مذکور ہیں۔اسی وجہ سے دونوں کو جامع کہا جاتا ہے۔ مسلم کی جامعیت میں اختلاف ہے، باب التفسیر کی اختصار کیوجہ سے۔

سنن

حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احکام ابواب فقہ کے ترتیب پر مرتب ہوں۔ صحاح ستہ میں سے ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کوسنن کہتے ہیں۔ بخاری صرف جامع کہلاتا ہے۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ صرف سنن کہلاتے ہیں۔ ترمذی سنن بھی اور جامع بھی کہلاتے ہیں۔ جامع اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس میں کتاب التفسیر مفصل مذکور ہے۔

مؤلفات حدیث کے اقسام

(۱)۔ جامع۔ (۲)۔ سنن۔ (ان دونوں کی تعریف گذر گئی)

(۳)۔ المسند: حدیث کی اس کتاب کا نام ہے جس میں روایات صحابہ کرامؓ کے درجہ کے اعتبار سے مذکور ہوں ترتیب وار۔ مثلاً، پہلے ابوبکر صدیقؓ کے روایات ذکر ہوں پھر عمر بن الخطابؓ کے روایات، پھر عثمان بن عفانؓ کے روایات، پھر علی بن ابی طالبؓ کے روایات بالترتیب مذکور ہوں۔ ھلم جرا۔

(۴)۔ المعجم: محدثین کے نزدیک معجم کی تعریف راوی اپنے شیوخ کی روایات کو درجہ کے اعتبار سے بالترتیب ذکر کرے۔

(۵)۔ المفرد: راوی ایک شیخ کی روایات ذکر کرے۔ مثلاً، صرف ابو ہریرۃؓ کے یا اور ایک صحابی کی روایات ثبت کرے۔

(۶)۔ الغریب: غریب کی تعریف یہ ہے کہ ایک شاگرد ایک شیخ سے اپنے تفردات قلمبند کرے۔

(۷)۔ الجزء: مسائل میں سے صرف ایک مسئلہ کے روایات جمع کرے۔ جیسے جزء القرأۃ، جزء رفع الیدین۔

(۸)۔ المستدرک: مستدرک کی تعریف وہ روایات بخاری، مسلم یا ایک کے شرط کے موافق ہوں۔ انکو ذکر کرے اور وہ روایات صحیحین میں مذکور نہ ہوں۔

(۹)۔ المستخرج: حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں دوسری کتاب کی روایات اس طرح ذکر کرے مصنف کا واسطہ نہ ہو گویا کہ اپنی سند سے نقل کر رہا ہے۔ جیسے مستخرج ابی عوانہ اور مستخرج ابی نعیم۔

فضیلت صحیح البخاری

قسطلانی میں لکھا ہے: جس کشتی میں صحیح بخاری کا نسخہ رکھا ہوا ہو وہ کشتی غرق ہونے سے محفور رہتا ہے۔

(انا اقول): جس شخص کے سینہ میں اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کے احادیث کا علوم رکھا ہے وہ بطریق اولیٰ دنیوی اور اخروی تمام آفات اور مصائب سے محفوظ رہتا ہے۔

ارشاد الساری میں لکھا ہے: ﴿انّ الصحیح البخاری ماقُرئ فی شدةِ الا فرجت.﴾

ارشاد القاری میں لکھا ہے:

﴿انّه ما قرئ فی حاجةِ الا قضیت وانه اذا قُرئ فی بیت فی ایّام الطاعون حفظ الله تعالیٰ اهالیها من الطّاعون.﴾

سید جمال الدین اپنے استاد سید اصیل الدین سے نقل کرتے ہیں:

﴿انّه قرء صحیح البخاری نحو عشرین ومأة مرةً فی الوقائع والمهمّات. قال لنفسی وللنّاس الآخرین فبِأیّتهِ نیةِ قرئتُهُ حصل المقصود وکفی المطلوب.﴾

ابوزید مروزی کا خواب

فتح الباری میں لکھا ہے: ابوزید مروزی فرماتے ہیں:

﴿کنتُ نائماً بین الرّکن والمقام فرئیت النّبی ﷺ فی المنام فقال لی یا ابازید الیٰ ما تدرس کتاب الشافعی ولا تدرس کتابی. فقلتُ یا رسول الله ﷺ وما کتابک؟ قال جامع محمّد بن اسماعیل.﴾

(انا اقول) نبی ﷺ نے صحیح بخاری کو اپنی کتاب قرار دیا یہ میری کتاب ہے۔

جس سے صحت کی طرف اشارہ ہے۔ صحیح بخاری کی صحت پر پوری امت کا اتفاق ہے۔

سبب تألیف

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا۔ میں آپکے سامنے کھڑا ہوں، اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے، آپکی بدن سے مکھیاں اڑا رہا ہوں۔

عربی عبارت: **روی عنه قال رئیت النبی ﷺ فی المنام و کانّی واقف بین یدیه وبیدی مروحةٌ اذبّ عنه .**

تعبیر خواب: امام بخاریؒ کے استاد اسحاق بن راہویہ نے اس خواب کی تعبیر کی۔ آپ صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع احادیث سے جدا کرینگے۔ چنانچہ اس خواب کے بعد امام صاحبؒ نے بخاری شریف کی تألیف شروع کی۔ دوسری وجہ اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں اہل مجلس کے درخواست والتماس کیوجہ سے تألیف فرمائی۔

سن تألیف

سنہ ۲۱۷ھ میں تألیف شروع کی۔ آپ کی عمر اس وقت ۲۳ سال کی تھی۔

مدت تألیف

۱۶ سال میں صحیح بخاری کی تألیف مکمل ہوگئی۔ تألیف سے فراغت کی سن سنہ ۲۳۳ھ ہے۔ امام بخاریؒ کی عمر تألیف سے فراغت کی وقت ۳۹ سال کی تھی۔

مدت تدریس

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے لکھا ہے: امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کو ۲۳ سال درس دیا ہے۔ میں (مؤلف) تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کو ۲۸ سال درس دیا ہے۔ امید ہے کہ مزید درس دینے کی اللہ تعالیٰ توفیق اور موقع عنایت فرمائینگے۔

تألیفِ کتاب میں اہتمام

فتح الباری میں لکھا ہے: امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ہر حدیث لکھنے سے پہلے میں غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر استخارہ کرتا تھا، ہر حدیث کی صحت پر کامل یقین حاصل کر کے لکھا ہے۔

فتح الباری کی عبارت: ﴿وما ادخلتُ فيه حديثاً حتىٰ استخرتُ الله وصلّيت ركعتين وتيقّنت صحتهٗ. وروى عنه ما ادخلتُ فى كتاب الجامع الاّ ما صحّ وتركتُ كثيراً من الصّحاح لحال الطول.﴾

ابتدائی تصنیف کا مکان

حطیم میں بیٹھ کر حدیث لکھنا شروع فرمایا تھا۔ پھر مختلف علاقوں میں، شہروں میں حدیثیں لکھیں۔ کیونکہ مدت تألیف ۱۶ سال ہے۔ حرمین الشریفین میں ۴ سال یا ۶ سال قیام فرمایا تھا۔ ابواب تراجم سارے کے سارے ریاض الجنۃ میں ایک ہی مرتبہ بیٹھکر لکھے ہیں۔ اب روایات میں جمع کرنا آسان ہوگیا۔ حطیم والی روایت ابتدائی حدیث لکھنے شروع کرنے پر محمول ہے۔ اور ریاض الجنۃ روضۂ اطہر میں بیٹھکر لکھنے والی روایت ابواب تراجم پر محمول ہے۔ لہٰذا روایات میں اختلاف نہیں رہتا۔ سارے روایات صحیح ہے۔

صحیح بخاری کی روایات کی تعداد

امام بخاریؒ نے ۶ لاکھ احادیث سے چُن چُن کر صحیح حدیثیں اپنی کتاب میں درج فرمائی ہیں۔ گویا صحیح بخاری ۶ لاکھ احادیث کا لُبّ لباب ہے۔ حافظ تقی

الدین ابوعمرو عثمان بن صلاح نے مکررات کے ساتھ ۷۲۷۵ احادیث شمار کی ہیں۔ بغیر مکررات ۴۰۰۰ شمار کی ہیں۔ فتح الباری میں لکھا ہے: حافظ ابن حجرؒ نے مکررات کے ساتھ ۹۰۸۲ احادیث شمار کیے ہیں۔ بغیر مکررات ۲۵۱۳ لکھی ہیں۔ بغیر مکررات کے جو مجموعہ ہے اسکو تجرید البخاری کہا جاتا ہے۔ یاد کرنے میں آسانی کیلئے چند معلوماتی یادداشت ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

بخاری میں جملہ کتب کے عنوان ۶۹ ہیں۔ جلد اول میں ۳۴ اور جلد ثانی میں ۳۵ ہیں۔ تعداد ابواب جلد اول ۲۱۴۸ اور تعداد ابواب جلد ثانی ۱۷۵۰ ہے۔ کل تعداد ۳۸۹۸ ہے، مع احتمال القلة و الکثرة۔

اصطلاحات بخاری

محدثین علیٰ شرط البخاری اور کہیں علیٰ شرط الشیخین کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ لفظ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں استعمال کیا ہے۔ علیٰ شرط البخاری یا شرط الشیخین کے دو معنیٰ ہیں۔ جمہور کے نزدیک یہ معنیٰ ہیں کہ جو رجال حدیث کے سند میں مذکور ہیں، وہ سارے رجال بخاری اور مسلم کی حدیث میں بھی مذکور ہیں۔ مع شرط الصحۃ عدالۃً وضبطاً۔

دوسری معنی: اس حدیث کے سند کے رجال ایسے قوی ہیں جیسے بخاری اور مسلم کے سند کے رجال ہیں۔

تعلیقات بخاری

تعلیق اسے کہتے ہیں کہ محدث سند کا ابتدائی حصہ حذف کردے۔ امام بخاریؒ ایسی روایات ترجمۃ الباب میں کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ کی

تعلیقات مرفوع متصل کے حکم میں ہیں۔

ثلاثیات بخاری

صحیح بخاری میں ثلاثیات کی تعداد ۲۲ ہے۔ ۲۰ کی روایت کرنے والے حنفی ہیں۔ ۲ کے راوی غیر حنفی ہیں۔ پھر ۲۲ میں سے ۱۱ کے راوی مکی بن ابراہیم ہیں۔ وہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ (لامع الدراری شرح صحیح البخاری)۔

ثلاثی کی تعریف

ثلاثی اسے کہتے ہیں جس کے واسطے تین ہوں ۔ ۱۔ تبع تابعی۔ ۲۔ تابعی۔ ۳۔ صحابی۔

انواع حدیث میں یہ اعلیٰ شمار ہوتا ہے۔ یعنی امام بخاریؒ اور نبی ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ حدیث اعلیٰ ہے۔ فقہ حنفی میں دو واسطے ہیں۔ ثنائی ہے۔ بلکہ وحدانی کی بھی روایت ہے۔ فقہ حنفی بطریق اولیٰ قوی اور مضبوط ہے۔

حاصل کلام: جب واسطے کم ہوں وہ حدیث زیادہ قوی شمار ہوتا ہے۔

لفظ ھُوَ اور یعنی

راوی کے نام کے بعد ھُوَ یا یعنی کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ راوی کا تعیّن کرنا مقصود ہے۔ شیخ نے راوی کو مبہم ذکر کیا تھا۔ شاگرد ھُوَ یا یعنی بڑھا کر کے ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ التباس نہ رہے۔ اور نہ کذب لازم آجائے۔ شاگرد یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ یہ لفظ میرا ہے میرے شیخ کا نہیں ہے۔

مثلہٗ او نحوہٗ

شیخ جب ایک حدیث کا متن ایک سند کے ساتھ ذکر کرے، پھر اس متن کی دوسری سند ذکر کرنا چاہے سند ذکر کر کے آخر میں مثلہٗ یا نحوہٗ لکھے گا۔ دوبارہ اس متن کو ذکر نہیں کریگا۔ تاکہ بلا فائدہ تکرار نہ ہو۔ یہ چند اصطلاحات ذکر کئے گئے

تا کہ فنّ حدیث میں حدیث پڑھانے والے کومہارت ہو۔

مذاہب الائمۃ الستۃ

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے ائمہ صحاح ستہ کا مذہب قلمبند کیا جاتا ہے اختلافی اقوال بہت سے ہیں۔ مختلف فیہ اقوال کے ذکر سے قطع نظر صرف راجح قول کوذکر کرونگا۔

(۱)۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: امام بخاریؒ مجتہد غیر مقلد ہیں "۔

(۲)۔ فیض الباری میں لکھاہے: امام ترمذیؒ شافعی المذہب ہیں"۔

(۳)۔ امام نسائیؒ اورامام ابوداوٗدؒ حنبلی ہیں۔

(۴)۔ ارشادالقاری میں لکھاہے کہ۔" امام مسلمؒ مالکی ہیں۔ عرف شذی میں لکھاہے امام ابن ماجہؒ شافعی ہیں "۔

آداب المحدّثین

حدیث پڑھانے والے اساتذہ کرام کے متعلق سلف الصالحین اور اکابر علماً کے چند ہدایات زیر قلم لانا چاہتاہوں، ان شاءاللہ مفید ثابت ہونگے اورحدیث پڑھانے میں برکت ہوگی اور پڑھنے والے مستفیدین کوفیض حاصل ہوگا۔

علامہ سیوطیؒ نے تدریب میں لکھاہے علم حدیث عزت اورشرف والاعلم ہے۔ حدیث پڑھانے والا استاذ مکارم اخلاق اورمحاسن الشیم والے صفات سے اپنے کونوازیں، کیونکہ علوم حدیث علوم آخرت میں سے ہیں۔

ابوالحسن فرماتے ہیں: ﴿من اراد علم القبر فعليه بالاثر من حرمه حرم خيراً كثيراً ومن رزقه نال فضلاً جزيلاً.﴾

اسلئے حدیث پڑھانے والے استاذ کیلئے ضروری ھے تصحیح نیۃ اور اخلاص. محدث اپنے دل کو دنیا اور ادناس دنیا، حب جاہ ومال وحب ریاست سے پاک رکھیں، بلکہ اسکا اہم مقصد علم حدیث کی نشر واشاعت اور تبلیغ دین ہونا چاہئے۔

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: میں نے حبیب بن ثابت سے حدیث سنانے کی درخواست کی، حبیب نے جواب میں فرمایا: حتیٰ تحسن النية. پہلے اپنی نیت صحیح کر معلوم ہوا کہ حدیث پڑھنے، پڑھانے والے کی نیت صحیح ہو، تب ثمرہ حاصل ہوگی۔

﴿اوجز المسالک میں لکھاھے: وينبغي ان لا يأخذ عليه اجراً ان استطاع ذٰلک.﴾

حدیث پڑھانے والے استاذ اگر صاحب استطاعت ہے اپنی ضروریات زندگی کیلئے محتاج نہیں تو بہتر ہے کہ تنخواہ نہ لیں بلا اجرۃ حدیث پڑھائیں. ایسے استاذ سے حدیث پڑھنے میں زیادہ فیض حاصل ہوگا۔ اگر صاحب استطاعت نہیں، اس کیلئے تنخواہ دینا جائز ہے۔ مگر بقدر کناف نہ کہ اپنے کو متمول بنائیں۔ آج کل فیس لینے کا جو رواج رائج ہوکر چلا ہے یہ بالکل غیر شرعی عمل ہے، یہود اور نصاریٰ والا عمل ہے۔ اس سے دین اسلام کو نقصان پہنچتا ہے۔ قرآن اور علم کو ذریعۂ معاش بنانا انکے ذریعہ سے اپنے کو متمول بنانا تقویٰ کے خلاف ہے۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: ﴿من اخذ على التحديث اجراً لا تقبل روايتهٗ. عن احمد بن حنبلؒ.﴾

تطہیر اور تطیب کا اہتمام

سمعانی فرماتے ہیں: حدیث پڑھانے والے استاذ غسل یا وضوء کریں اور

مسواک لگائیں اور خوشبو استعمال کریں اور داڑھی کو کنگھی لگا کر درس حدیث شروع کریں۔ نیز حدیث پڑھنے سے پہلے درود شریف پڑھنے کا اہتمام بھی ضروری ہے۔

امام مالکؒ کا معمول تھا، باوقار طریقہ سے اپنے مسند پر بیٹھکر حدیث پڑھاتے تھے۔ راستہ چلتے ہوئے حدیث نہیں بتاتے تھے، جب امام صاحب سے پوچھا گیا وجہ کیا ہے کہ آپ چلتے ہوئے حدیث نہیں بتاتے ہیں؟ امام مالکؒ نے جواب میں فرمایا: **احبّ ان اعظّم حدیث رسول اللہ ﷺ.**

کرمانی میں لکھا ہے: حدیث کے درس شروع کرنے سے پہلے حمد وثنائے باری تعالیٰ اور درود وسلام علیٰ سید الرسل وخاتم الانبیاءﷺ، اور قراۃ یعنی تلاوۃ قرآن کریم اور دعاء کا اہتمام کریں۔

اوجزء المسالک میں ابن مسیب کا عمل منقول ہے، آپ لیٹے ہوئے حدیث بیان نہیں کرتے تھے، ایک مرتبہ حالت مرض میں آپ سے حدیث دریافت کیا گیا، سیدھے بیٹھکر حدیث بیان کیا۔ فرمایا: **کرھت ان احدّث عن رسول اللہ ﷺ وانا مضطجعٌ.**

عبداللہ بن مبارکؒ

ابن مبارک سے چلتے ہوئے راستہ میں کسی نے حدیث پوچھا، ابن مبارکؒ فرمایا:

﴿لیس ھٰذا من توقیر العلم. وعن مالکؒ قال مجالس العلم تحتضر بالخشوع والسکینة والوقار.﴾

اوجز المسالک میں لکھا ہے: **﴿ویکرہ ان یقوم لاحد فقد قیل اذا قام القاری لحدیث رسول اللہ ﷺ لاحد فانه یکتب علیه بخطیئة﴾**

چونکہ حدیث کی عزت سے کسی کی عزت زیادہ نہیں ہے اسلئے درس حدیث میں کسی کیلئے اٹھنا جائز نہیں، اٹھنے والا گناہگار ہوگا۔

مجلس حدیث

درس حدیث کے دوران آواز بلند کرنا ممنوع ہے۔ استاذ حدیث کو چاہئے کہ درس حدیث کے آداب سے تلامذہ کو آگاہ کریں، آواز بلند کرنے والوں کو زجر وتنبیہ کریں۔ امام مالکؒ اسکا بہت اہتمام کرتے تھے اور فرماتے تھے: مجلس حدیث میں آواز بلند کرنا آپ ﷺ کے مجلس میں اللہ تعالیٰ نے رفع صوت سے منع فرمایا ہے۔ قوله تعالیٰ: یاایها الّذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النّبی . نبی ﷺ کی درس احادیث کے مجلس میں بھی رفع صوت کا یہی حکم ہے۔

اوجز المسالک میں لکھا ہے: ﴿فمن رفع صوته عند حدیثه فکانما رفع صوته فوق صوته.﴾

درس حدیث کے آداب میں سے ہے کہ استاذ تمام طلباً کی طرف یکسان بلا امتیاز توجہ کریں تاکہ تلامذہ محسوس نہ کریں کہ استاذ ریاکاری میں مبتلا ہے۔ حبیب بن ثابت فرماتے ہیں: من السنة اذا حدّث الرجل القوم ان یقبل علیهم جمیعاً

امام نوویؒ کا ارشاد اور ہدایت

﴿والاولیٰ ان لا یحدّث بحضرة من هو اولیٰ منه لسنه او علمه او غیره وقیل یکره ان یحدّث فی بلد فیه من هو اولیٰ منه وینبغی له ان یرشد الیه فالدین النصیحة.﴾

امام نوویؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ایسے آداب کو ملحوظ رکھنے والا تکبر اور اپنے کو بڑائی سے بچاتا ہے۔ جس آدمی میں عجز وانکسار زیادہ ہو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ راضی ہوتا ہے اور اس کو علم دین کا زیادہ خدمت کرنے کا موقع فراہم فرماتے ہیں:

درس حدیث کے آداب میں سے

اپنے شیوخ کی تعریف بھی ہے

کرمانی میں لکھا ہے: حدیث پڑھانے والے استاذ کو چاہئے کہ اثناء درس اپنے شیوخ کی تعریف کیا کریں.

انا اقول: اپنے شیوخ میں سے جس سے زیادہ استفادہ کیا ہے انکی علمی کمالات، مہارۃ، تجربہ، ذہانت اور فصاحت کو طلباء کے سامنے بیان کرنے سے طلباء میں زیادہ استفادہ کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور درس و تدریس میں استاذ کے رضاء کو بہت دخل ہے جس شاگرد کا استاذ سے تعلق زیادہ رہتا ہے اس شاگرد کو تدریسی مواقع زیادہ فراہم ہوتے ہیں، یہ بات عقل و نقل تجربہ سے ثابت ہے، آگے باب آداب طالب حدیث میں اس پر مزید روشنی ڈالی جائیگی۔ انشاء اللہ۔

اوجز المسالک میں لکھا ہے: اپنے شیوخ کیلئے دعاء کیا کریں یہ سب سے زیادہ اس کیلئے ثناء و تعریف ہے۔ اور اس بات کا خیال رکھیں جو احادیث رخصت کے ہیں انکو عوام النّاس کے سامنے بیان نہ کریں، کیونکہ درجہ ملتا ہے عزیمت پر عمل کرنے میں رخصت پر عمل کرنا ضرورت کیلئے جائز رکھا گیا ہے۔ آج کل یہ کمزوری عوام در کنار خواص میں بھی پایا جاتا ہے۔ بلکہ رخصت پر عمل کو زندگی کا معمول بنایا گیا ہے۔ الحذر الحذر.

نشر حدیث میں دوست اور دشمن کا فرق نہ رکھیں اس فیض میں سب کو شریک کردیں۔ چہ دشمن برین خوان یغماء چہ دوست.

اور جز المسالک میں لکھا ہے: ﴿وينبغي للمحدّث ان يمسك عن التحديث اذا خشي التخليط بهرم اوحزن او عمى .﴾

حاصل کلام: جب تخلیط کا اندیشہ ہو، کبر سنی کیوجہ سے یا اور عوارض کیوجہ سے پھر ایسی

حالت میں حدیث روایۃ کرنا چھوڑ دے بہتر ہے۔ ضعیف العمری میں حدیث روایت کرنے سے گریز کریں۔ الحذر الحذر۔

آداب طالب حدیث

حدیث پڑھنے والے طالب کے آداب تحصیل علم میں ادب کا بڑا دخل ہے خصوصاً علم حدیث کے پڑھنے والے کیلئے ادب اشد ضروری ہے جیسے کہ مشہور ہے:

بے ادب محروم گشت از فضل حق

چونکہ اعمال کا مدار اللہ تعالیٰ نے نیت پر رکھا ہے جیسے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا: انما الاعمال بالنیۃ۔ اعمال مقصودی جتنے اعمال ہیں خواہ بدنی ہوں یا مالی یا مشترک من البدنی والمالی بغیر نیۃ کے اداء نہیں ہوسکتے نہ عند اللہ مقبول ہونگے نہ مکلّف بری الذمہ ہوگا۔ غیر مقصودی اعمال بغیر نیۃ کے اداء ہوجاتے ہیں مگر اجر اور برکت سے خالی بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔ اسلئے طالب حدیث اپنی نیت صحیح کریں کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کے رضاء کیلئے حدیث پڑھ رہا ہوں اور کوئی دنیاوی غرض لالچ نہیں رکھتا ہوں۔

تصحیح نیت اور اخلاص کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، توفیق تسدید تیسیر کا کیونکہ بغیر اللہ تعالیٰ کے توفیق کا انسان کچھ نہیں کرسکتا ہے۔ پھر تمام مشاغل سے اپنے کو تحصیل حدیث کیلئے فارغ رکھے۔ کرمانی میں لکھا ہے: اپنے شہر کے ایسے شیخ سے حدیث پڑھے جو سب سے زیادہ اعلیٰ ہوں سنداً وعلماً وشہرۃً ودیناً۔ فتح الباری میں لکھا ہے: ان العلم انما یؤخذ من الاکابر۔

فتح الباری میں ابو امیۃ الجمحی سے روایۃ نقل کیا ہے:

انّ رسول اللّٰه ﷺ قال انّ من اشراط الساعة ان يلتمس العلم عند الاصاغر.

کرمانی میں لکھا ہے: وينبغي ان يّعظّم شيخه ومن يسمع منه فذلک من اجلال العلم واسباب الانتفاع ويعتقد جلالة شيخه ورجحانه ويتحرىٰ رضاه . صرف شیخ کے تعظیم اور اجلال پر اکتفاء نہ کریں۔ بلکہ دوسرے طالب حدیث کو بھی ترغیب دیدیں، تاکہ دوسرے طلباء شیخ کے استفادات سے محروم نہ رہیں۔

کرمانی میں لکھا ہے: وينبغي له اذا ظفر بسماع ان يرشد اليه غيره فان كتمانه لؤم يقع فيه جهلة الطلبة فيخاف على كاتمه عدم الانتفاع فان من بركة الحديث افادته وبنشره ينمي ويحذر كل الحذر من ان يمنعه الحياء والكبر من السعي التام في التحصيل.

مذکورہ بالا عبارات کا حاصل یہ ہے کہ حدیث پڑھنے والے طالب علم کیلئے ضروری ہے کہ استاذ حدیث کی تعظیم اور اکرام کو ملحوظ رکھے اور انکے رضاء و خوشی کو مطلوب بنائے، کیونکہ استاذ کی رضاء مندی کو تحصیل علم میں بہت دخل ہے۔ دوسرے طلباء کو بھی شیخ کے درس کیطرف ترغیب دیکر متوجہ کریں، تاکہ کتمان علم سے بچ جائے۔

کرمانی میں لکھا ہے: شیخ سے استفادہ میں دشواری، تکلیف پیش آجائے برداشت کرے، کیونکہ تحصیل علم میں مشقت برداشت کرنا باعث برکت ہے۔

کرمانی کی عبارت: ليصبر على جفاء شيخه وقال يحيىٰ بن كثير لا ينال العلم براحة الجسم. وقال الشافعيؒ لا يفلح من طلب هٰذ العلم

بالتملل وغنی النفس ولکن من طلبه ٗ بذلة النفس وضيق العيش.

شعر

بقدر الکدّ تکتسب المعالی	من طلب العلیٰ سهر اللیالی

﴿قال ابن عباس ؓ مذاکرة العلم ساعة خير من احياء ليلة. وقال ابو سعيد الخدری ؓ مذاکرة الحديث افضل من قرأة القرآن قال الزهری آفة العلم النسيان وقلة المذاکرة.﴾

شیخ کی تعظیم کے متعلق شیخ الادب مولٰنا اعزاز علیؒ دیوبندی فرماتے ہیں

﴿عليک بتعظيم الکتب والاساتذه بل کل من فاق علماً وزکاءً.﴾

تعليم المتعلم میں لکھا ہے: شمس الائمۃ الحلوانی بخاریؒ سے نکل کر کسی قریہ گاؤں میں سکونت اختیار کیا، تلامذہ زیارت کیلئے آتے تھے، ملاقات کرتے تھے۔ تلامذہ میں سے قاضی ابوبکر ملاقات میں تأخیر سے آتے استاذ نے وجہ پوچھا قاضی صاحب نے جواب میں خدمت والدہ کا عذر پیش کیا، حلوانی نے فرمایا: ﴿ترزق العمر ولا ترزق رونق الدرس﴾۔ قاضی صاحب کو درس کا رونق حاصل نہیں ہوسکا۔

اور جز المسالک میں لکھا ہے: ﴿من لايعرف لاستاذه لا يفلح ويتحریٰ رضاه ويحذر سخطه ٗ.﴾

بیہقی حضرت عمرؓ سے موقوف حدیث روایۃ کیا ہے: تواضعوا لمن تعلّمون منه ٗ. امام الائمۃ امام الاعظم امام ابوحنیفۃؒ سے دریافت کیا گیا آپ اس

بڑے منصب پر کس طرح پہنچے؟ جواب میں فرمایا:

﴿مابخلت بالافادة ولا استحييت من الاستفادة. وعن الاصمعیؒ ذلة السوال خير من ذلة الجهل مدّة عمره. فيض الباری﴾

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: من بخل بالعلم ابتلی بثلاث اما ان يموت فيذهب علمه او ينسیٰ او يتبع الشيطان . فيض الباری.

واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم

﴿اشكر اعزّ اصحابی علیٰ عالم الصالح الاستاذ ورئيس المدرسين بجامعة الاسلامية المفتاح العلوم ، الشيخ عبدالملک آفندی . حيث قام عن ساعد الجدّ لاستنساخ مااستأنفهٗ من العمل صباحاً ومساءً ، ليلاً ونهاراً باخلاصٍ ونشاطٍ وفّقه الله للخير وصانهٗ عن الشرّ والضرّ وزانهٗ باخلاق الثمين الدر تمت مقدمة الكتاب بعون ملک يوم الحساب. يوم الجمعة ستة عشر من الصفر المظفر ۱۴۳۲ھ ، ۲۱ جنوری ۲۰۱۱ ع.﴾

❁❁❁
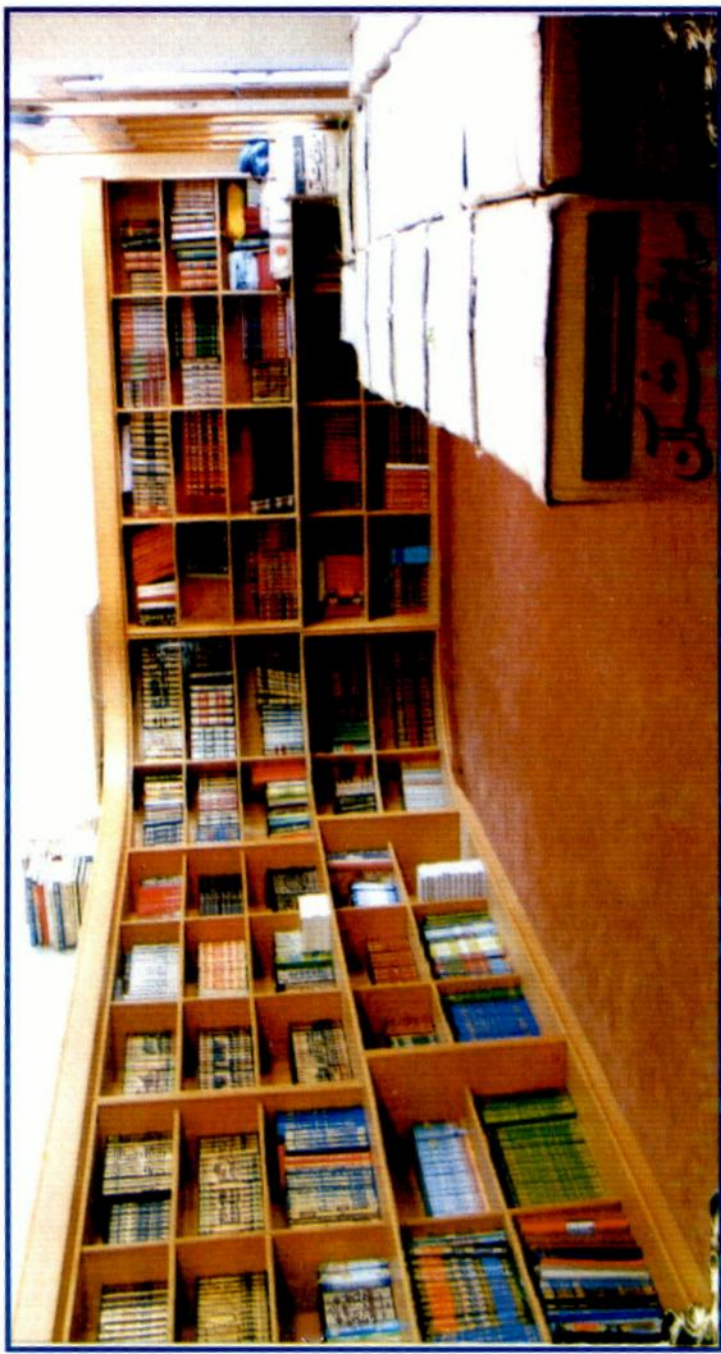
جامعہ کا کتب خانہ

جامعہ کا ایک اور خوبصورت منظر
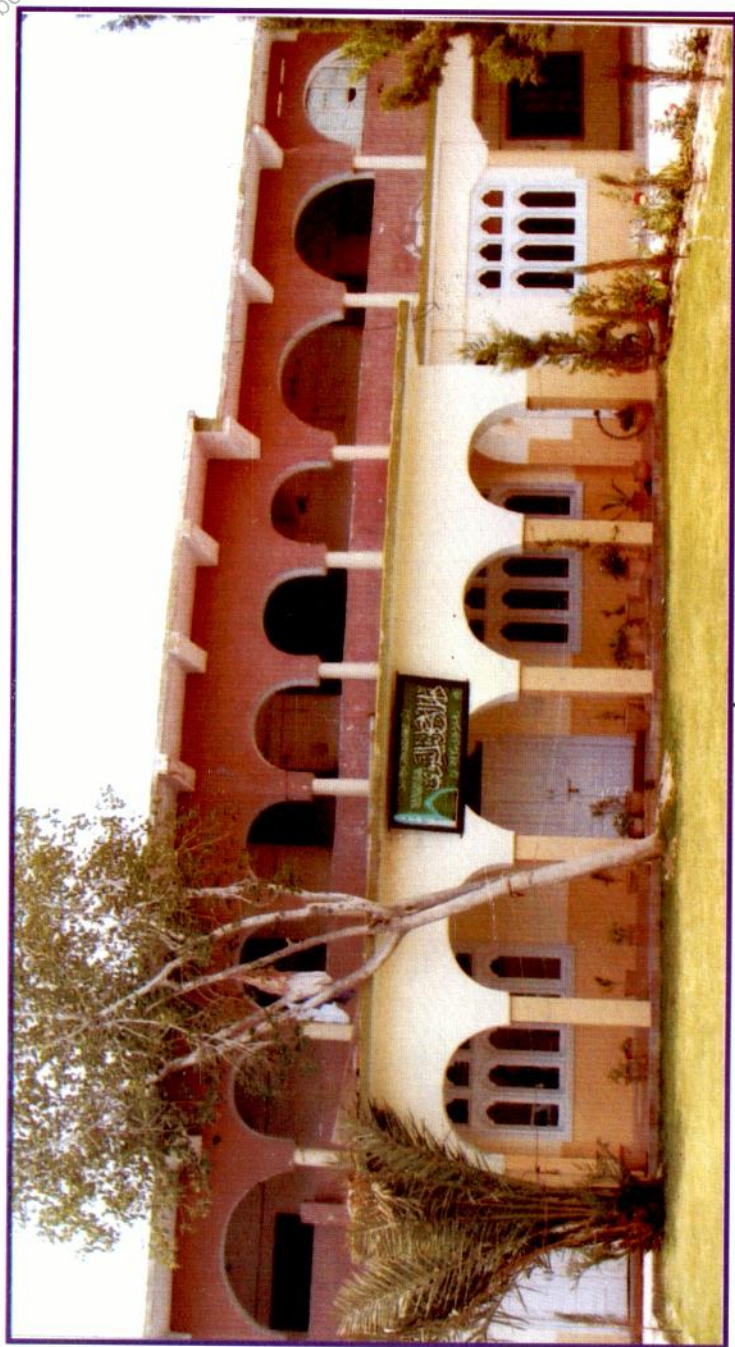
دارالحدیث کا بیرونی منظر

مسجد شریف کا اندرونی منظر
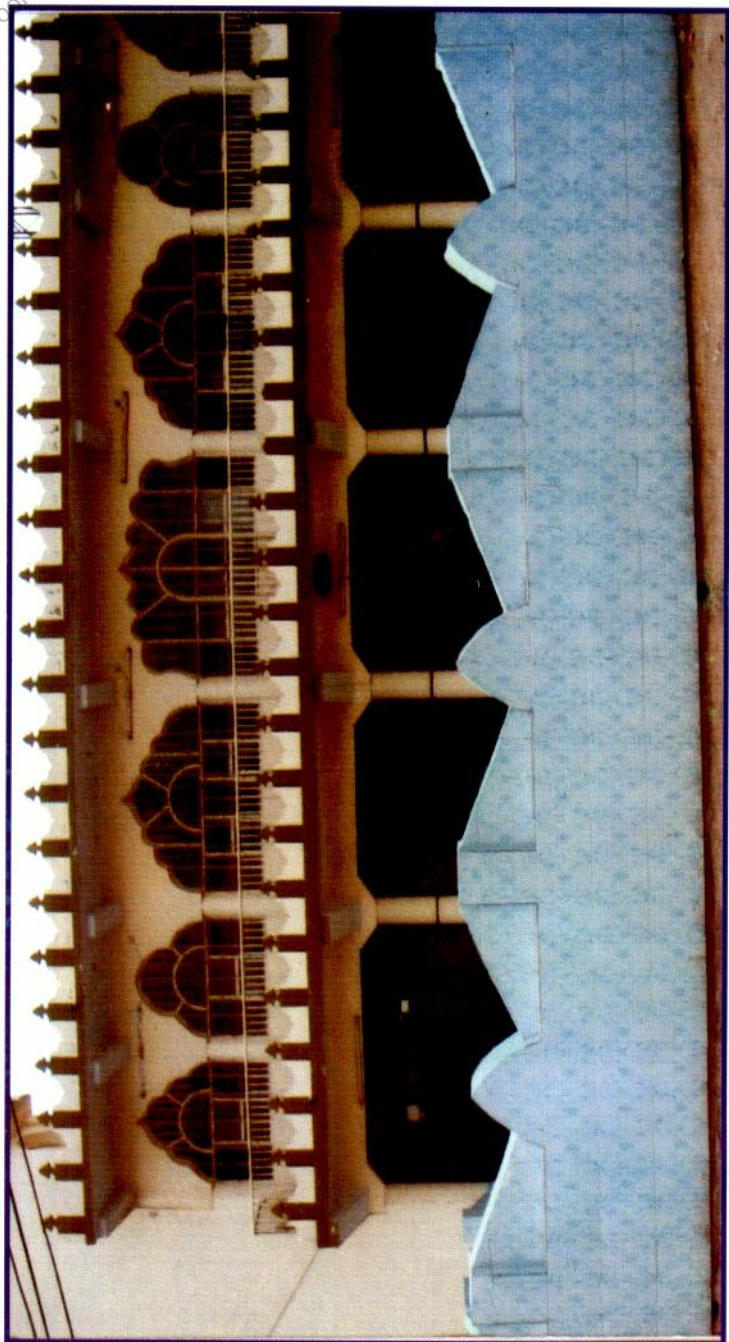
جامع مسجد کا بیرونی منظر

جامعہ کا برانچ نزد مگسی ہاؤس سریاب کوئٹہ
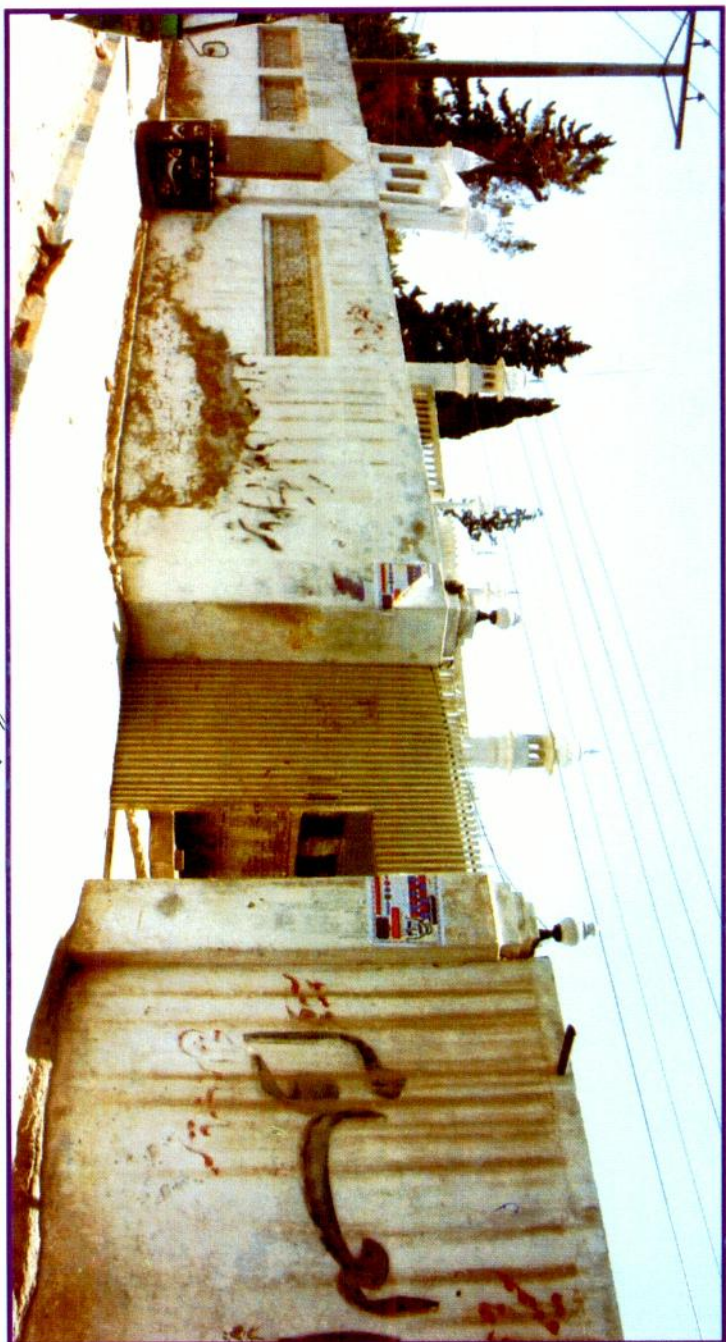
مسجد شریف کا اندرونی منظر

دارالافتاء ودارالانتظام
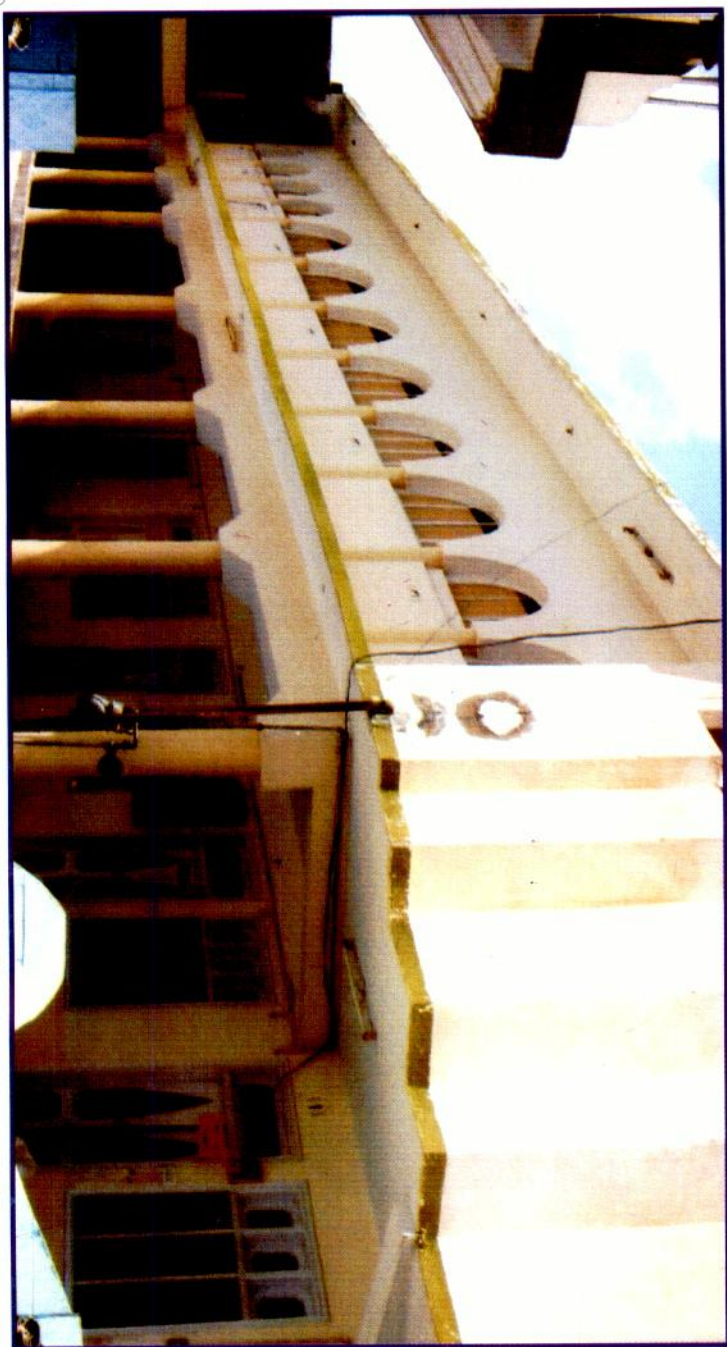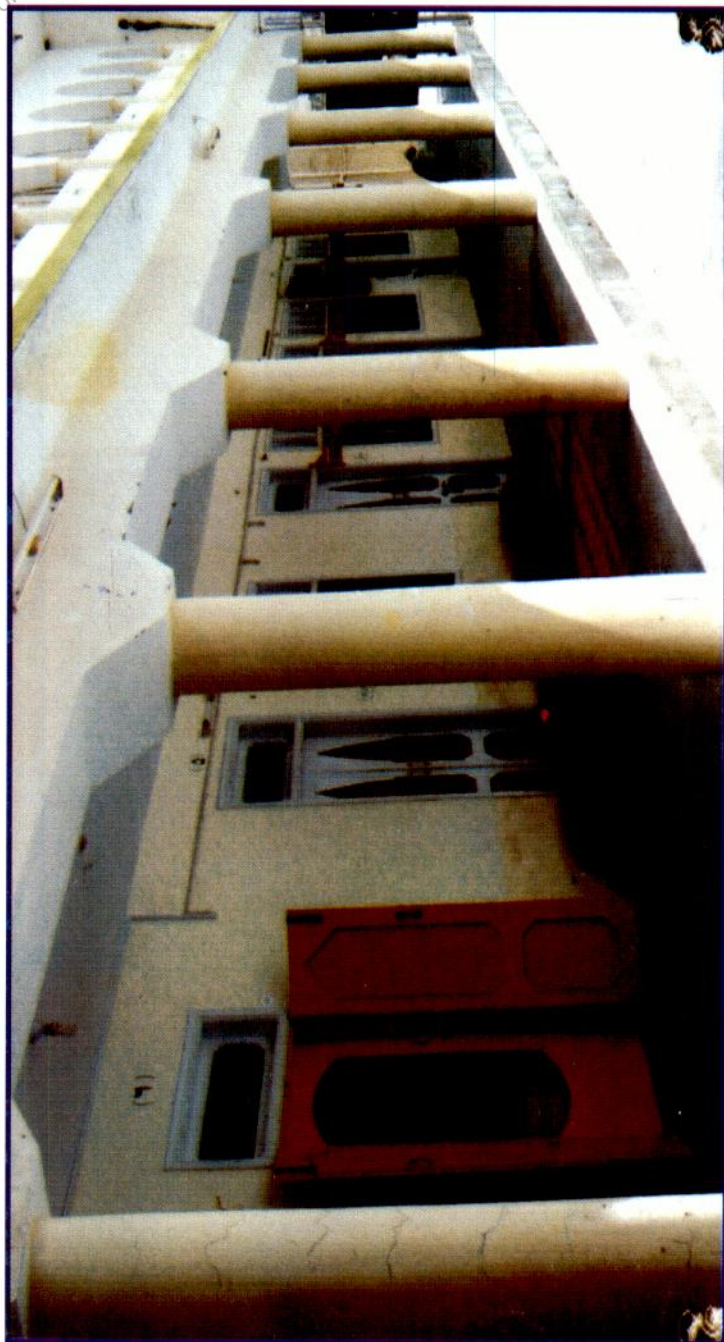
دارالاقامہ کا برآمدہ جس میں جامعہ کا خصوصی دفتر بھی ہے

دارالحدیث کا اندرونی منظر

جامعہ کا برانچ دارالایتام جو کہ زیر تعمیر ہے

جامعہ کا برانچ دارالایتام چکی شاہوانی سریاب

جامعہ کا برانچ دارالایتام کی جامع مسجد

دارالاقامہ کا بیرونی منظر

جامع مسجد کا بیرونی منظر

جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم

جامعہ کا صدر دروازہ